اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالِمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرة مولانا سیّد حامد میاں
بانی جامعہ مدنیہ جدید
اکتوبر ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۵	محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء	شمارہ : ۱۰

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۸
صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ	۱۱
سیرتِ پاک کا اِزدواجی پہلو اور مسئلہ کثرتِ ازدواج	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ	۱۶
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی ؒ	۲۳
فضائل مسجد	حضرت مولانا صدر الدین صاحب انصاری	۳۲
دل کی حفاظت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۳۸
بدشگونی اور اِسلامی نقطۂ نظر	حضرت مولانا مفتی رفیع الدین صاحب قاسمی	۴۳
دین کے مختلف شعبے	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۰
نئے اِسلامی سال کا پیغام	مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری	۵۹
اخبار الجامعہ		۶۴

انتباہ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ کے پرانے فون نمبر تبدیل ہو گئے ہیں

اور نئے نمبر درج ذیل ہیں قارئین کرام نوٹ فرمالیں

+92 - 42 - 35399051

+92 - 42 - 35399052

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

مذہب سے وابستگی مذہبی تعلیم کے بغیر ناممکن ہوتی ہے اور جب مذہب سے رشتہ قوی نہ رہے تو قوم و وطن اپنا تشخص برقرار نہیں رکھ سکتے انسان کی حقیقی ترقی اُس کے مذہب کی سچائی سے وابستہ ہے مذہب سچا ہو تو اس سے مضبوط تعلق انسان کو بھی مضبوط کر دیتا ہے۔

بغیر کسی سرکاری اعانت کے اس اہم اور بنیادی خدمت کو ہمارے ملک میں دینی مدارس روزِ اوّل سے انتہائی استقامت کے ساتھ انجام دے رہے ہیں قوم کے بچے بچیاں قرآن و حدیث کے زیور سے آراستہ ہو کر اگلی نسلوں کو بھی علم کی روشنی سے منور کر رہے ہیں۔

روشنی کا یہ سفر عالمِ کفر کو ایک آنکھ نہیں بھاتا اُن کی ہمیشہ سے یہی آرزو رہی ہے کہ اللہ کے نور کو بجھا دیا جائے کفار کے اس شیطانی عمل میں نام نہاد مسلمانوں کی منافق جماعتیں بھی بڑے زور شور سے اپنے حصہ کا کام انجام دیتی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ عالمِ اسلام کو اندر کے منافقین نے ہی ہمیشہ زیادہ بڑا نقصان پہنچایا ہے ان ہی کی مدد سے عالمِ کفر اسلام کے تعلیمی نظام کو بری طرح سے مجروح کرنے میں کامیاب ہوا ہے اسکولوں اور کالجوں کے نصاب سے اسلامی عقائد و اعمال کی تعلیم کو نکال کر ہماری نسلوں کو بے راہ روی اور فحاشی میں مبتلا کر دیا ہے کفار اور منافقین کی اس عالمی یلغار کے سامنے دینی مدارس اور مذہبی جماعتیں اپنی بے سروسامانی کے باوجود سینہ سپر ہو کر مسلمانوں کو اللہ کے نور سے جوڑے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف پاکستان کے نظامِ حکومت میں کفار کے آلہ کار منافقین غیر معمولی اثر و رُسوخ رکھتے ہیں ان کے سینہ کی جلن صرف دینی مدارس ہیں، مرکزی حکومت ہو یا صوبائی ان ہی کی ڈگر پر چلتے ہوئے آئے دن دینی جامعات و مدارس کے کام میں رُکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسلمان اپنے قربانی کے جانوروں کی کھالیں بڑی تعداد میں دینی مدارس کو عطیہ کرتے چلے آرہے ہیں مگر اب گزشتہ دس پندرہ برس سے مدارس کے لیے اس عوامی مہم میں حکومتیں رکاوٹیں ڈال رہی ہیں پیشگی اجازت ناموں کی شرط لگا کر ان کا حصول آسان بنانے کے بجائے مشکل بنا دیا پھر مشکلات سے گزر کر جو جامعات و مدارس ان کو حاصل کر لیتے ہیں ان کے ساتھ جو روّیہ صوبائی حکومتوں کا ہوتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

اس سال جامعہ مدنیہ جدید کے صدر دروازے پر قربانی کی کھالوں کے حصول کے لیے جو رضا کار طلباء بیٹھے ہوئے تھے اُن کے پاس پہلے ہی روز ایک گاڑی پر سوار چار پانچ پولیس اہلکار آئے اور درجِ ذیل گفتگو کی پھر آدھے گھنٹے کے بعد تین گاڑیوں پر سوار بڑی تعداد میں مزید اہلکار آئے اور پہلوں جیسوں کے لب و لہجہ میں کہا :

تم یہاں کیوں بیٹھے ہو یہ کھالیں یہاں کیوں پڑی ہیں ؟

رضا کار : ہم کھالیں جمع کر رہے ہیں۔

پولیس : تم ایسا نہیں کر سکتے ہم کھالیں اُٹھا کر لے جائیں گے !!

رضا کار : ہمارے پاس یہ سرکاری اجازت نامہ ہے دیکھ لیں۔

پولیس : ہمارے نزدیک اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے !!!

رضا کار : یہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر سے حاصل کیا گیا ہے۔

پولیس : ہماری ایجنسی اس کو تسلیم نہیں کرتی ! بہت ساری ایجنسیاں ہیں وہ اس کو نہیں مانتیں !!!!

پولیس نے لگائے گئے فلیکس اُکھاڑ کر اپنی گاڑی میں ڈالتے ہوئے دھمکایا کہ

...... اگر کیمپ ختم نہ کیا تو سب کو تھانے لے جائیں گے !!!!!

اسی قسم کی صورتِ حال جامعہ مدنیہ قدیم میں بھی پیش آئی، پولیس نے یہاں بھی یہی کہا کہ

''اس سرکاری اجازت نامہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے آپ نے کھالیں جمع کرنا بند نہ کیں تو آپ کو جیل میں بند کر دیا جائے گا'' !!!

عوام و حکام کی اطلاع کے لیے ہم اس سرکاری اجازت نامہ کا عکس بھی چھاپ رہے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''دہشت گرد'' کون ہے ؟ ؟

قانون پر عمل کرتے ہوئے سرکاری اجازت نامہ حاصل کر کے انسانیت کی خدمت کرنے والوں کو دہشت گرد نہیں کہا جا سکتا بلکہ سرکاری اجازت نامہ کی حیثیت کو تسلیم نہ کرنے والا ہی دہشت گرد ہو سکتا ہے اور سرکار کا ملازم سرکاری وردی میں قانون کی چھتری تلے قانون کی دھجیاں اُڑا دے اور پُر امن شہریوں کو دہشت زدہ کرے تو اس سے بڑا کوئی اور ''دہشت گرد'' نہیں ہو سکتا۔

حکومت کو چاہیے کہ اپنی ناک تلے ان انتہائی خطرناک ''دہشت گردوں'' کے خلاف فوری طور پر کارروائی عمل میں لائے جو ریاستی احکامات کو پاؤں تلے روند کر ریاست کے اندر ریاست قائم کرنے کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور قومی دھارے میں شامل پُر امن خدمت گاروں کو فلاحی خدمات انجام دینے پر ہراساں کر کے سرکار کی عملداری کو غیر مؤثر قرار دے رہے ہیں۔

اگر حکومت کوئی سنجیدہ کارروائی نہیں کرتی اور ان ناپسندیدہ تنخواہ دار عناصر کو قانونی اور قومی دھارے میں لانے کی کوشش نہیں کرتی تو ملک کی عدلیہ سے ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان شر پسند کارروائیوں پر از خود نوٹس لیتے ہوئے کارروائی عمل میں لا کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے گی۔

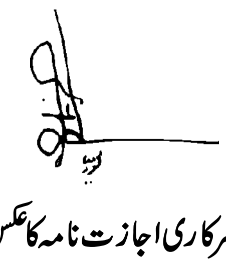

اگلے صفحہ پر سرکاری اجازت نامہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں

OFFICE OF THE DEPUTY COMMISSIONER, LAHORE

To

Hafiz Muhammad Ashraf Gujjar,
General Secretary,
Jamiat Ulamae Islam,
District Lahore.

No.PSO/Estt/ 1584 Dated: 30/8/17

Subject: **PERMISSION FOR ESTABLISHMENT OF HIDE COLLECTION CAMPS DURING EID-UL-AZHA 2017 FROM 2ND TO 4TH SEPTEMBER, 2017**

Reference your request on the subject cited above.

2. This office has no objection in according permission for **ESTABLISHMENT OF HIDE COLLECTION CAMPS DURING EID-UL-AZHA 2017 FROM 2ND TO 4TH SEPTEMBER, 2017** subject to the following conditions:-

1. Activity shall not cause any traffic problem; traffic rules shall be adhered to.
2. Peaceful atmospheres shall be maintained.
3. No objectionable activities will be conducted during hide collection.
4. **Nobody will coerce/harass anybody in collection of hides.**
5. **Nobody is allowed to coerce or force any one to handover the sacrificial skins and anybody seen in act of corseting and harassment shall be punished under relevant section of ATA 1997.**
6. Security measures would be managed by the organizer.
7. **There shall be no storage of hide at Sites/Camps.**
8. **Hides shall be removed after every two hours from the Camps.**
9. **No loudspeaker shall be used to attract the general public.**
10. **There shall be no public gathering at the Hide Collection Camps.**
11. **Proper cleanliness arrangement should be made Sites/Camps.**
12. **No Camp shall be erected on Main Roads & Green Belts.**
13. **THIS PERMISSION IS VALID FOR FOLLOWING SITES ONLY:-**
    a. Jamia Madina, Karim Park Ravi Road
    b. Darul Aloom Madina, Rasool Park Multan Road
    c. Jamia Rehmania, Abdul Karim Road, Qilla Gujjar Singh
    d. Jamia Muhammadi, Kashmir Patti Kahna Nau
    e. Jamia Madina (Jadeed), Raiwind Road
    f. Jamia Muhammadia Qasimia, Near Packages Factory Walton Road
    g. Darul Aloom Usmania, Rasool Park Ichhra
    h. Jamia Islamia Fareedia, Taj Co. Stop Bund Road
    i. Jamia Qasimia, Lajpat Road Shahdara
    j. Madrisa Tehseen ul Quran, Shahdara
    k. Madrisa Darul Aloom, Muhammadia Nasir Park Malik Park Near Bund Road
    l. Madrisa Mehzan ul Aloom, Ghalib Market Gulberg
    m. Madrisa Darul Tarteel ul Quran, Lytton Road Mozang
    n. Madrisa Darul Aloom Rabbania, Main Bazaar Nishat Colony
    o. Madrisa Abi Bin Kaab, Chandrai Road Race Course Town
    p. Madrisa Mamoora, 69-C New Muslim Town
    q. Madrisa Arabia Taleem ul Quran, Madni Masjid Iqbal Town
    r. Darul Aloom Ashaat ul Quran, Masjid Siddiq Akbar Harbanspura More
    s. Darul Uloom Jamia Islamia, Tajpura Ghazi Road Ghaziabad
    t. Madrisa Farooqia, Bajwa Chowk Workshop Stop
    u. Madrisa Bait ul Quran Raheemia, RA Bazaar
    v. Jamia Taleem ul Quran, Sunny Park New Pull
    w. Jamia Muhammadia Tajveed ul Quran, Model Town More Ferozpur Road
    x. Jamia Abdullah Bin Masood, Maraghzar Colony
    y. Madrisa Rehmania, Neelam Block Iqbal Town
    z. Jamia Islamia, Islampura
    aa. Madrisa Darul Quran, Mughalpura
14. In case of any untoward incident organizer will be held responsible.

3. The violation of any of the above mentioned conditions shall make the organizer liable to prosecute under the relevant laws and this permission shall be treated as cancelled/removed camps forthwith.

for Deputy Commissioner,
Lahore.

CC:

1. Secretary, Govt. of the Punjab, Home Department, Lahore.
2. Dy. Inspector General of Police (Operations), Lahore.
3. Chief Traffic Officer, Lahore.
4. All Assistant Commissioners in Lahore.
5. PS to DC, Lahore.

مولای صل وسلم دائما ابدا درسِ حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

معیارِ محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت سرورِکائنات ﷺ کے صحابی حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنابِ رسالت مآب ﷺ وضو فرمارہے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ ہاتھوں میں لے کر اپنے جسم پر تبرکاً مل رہے تھے صحابہ کرامؓ کی اس وارفتگی کو دیکھ کر آقائے نامدار ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے ایسا کررہے ہو ؟ عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت ہے اُسی محبت کی وجہ سے ایسا کررہے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ جو آدمی یہ چاہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے صحیح محبت کرے یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بن جائے تو اُس پر یہ تین باتیں لازم ہیں۔

☆ پہلی یہ بتلائی کہ ہمیشہ سچ بولے۔

کیونکہ جھوٹ بہت بری چیز ہے، حدیث شریف میں جھوٹ کی بہت برائی بیان ہوئی ہے ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا مسلمان بزدل بھی ہوتا ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں ہوسکتا ہے انہوں نے پھر دریافت کیا کہ کیا مسلمان جھوٹا بھی ہوتا ہے ؟ تو فرمایا

نہیں، جھوٹ مسلمان کی شان سے بعید ہے، آپ نے فرمایا کہ جو کامل الایمان ہوگا وہ جھوٹ نہ بولے گا جھوٹ سے شریعتِ مطہرہ نے سختی سے منع فرمایا ہے جھوٹا انسان نہ صرف مخلوق کی نظروں میں گرا ہوا ہوتا ہے بلکہ اللہ کے ہاں بھی وہ ذلیل ہوتا ہے اللہ کے ہاں سچوں کی قدر ہے آقائے نامدار ﷺ نے سچے آدمیوں کی بہت تعریف فرمائی ہے قرآنِ حکیم میں ہے ﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ سچوں کے ساتھ رہو۔ ہاں اگر سچی بات کہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو فساد دبانے کے لیے گول مول بات کہہ دینی یا بالکل خاموش رہنا ہی بہتر ہے شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستیِ فتنہ انگیز[1]

☆ آپ نے دوسری بات یہ بتلائی کہ اگر امانت رکھی جائے تو ادا کردے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز بطورِ امانت رکھی جائے وہی چیز واپس کردے اس میں تصرف ہرگز نہ کرے۔ رازداری کی بات بھی امانت ہوتی ہے اس کے افشاں و اظہار کرنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے

یہ ضروری نہیں کہ اگر بات کرنے والا تمہیں اس کے افشا و اظہار سے روک دے تب تو وہ امانت ہے نہ روکے تو امانت نہیں بلکہ اگر وہ زبان سے منع نہ بھی کر سکے مگر آپ نے یہ اندازہ لگالیا کہ اس کے اظہار سے اسے دکھ ہوگا تو یہ بھی امانت ہے اس کا اظہار بھی گناہ ہے مثلاً آپ سے کسی نے کوئی بات کہی اور پھر ادھر اُدھر دیکھا (جس مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی اور تو نہیں سن رہا ؟) تو اگرچہ آپ سے وہ یہ نہ کہے کہ میری بات کا اظہار نہ کرنا مگر پھر بھی آپ کو اظہار نہیں کرنا چاہیے البتہ اگر ایسی کوئی بات ہو کہ جس کے چھپانے میں فساد کا اندیشہ ہو تو چھپانا ضروری نہیں بلکہ اظہار ضروری ہے، اس صورت میں لازم ہے کہ جس کو ناحق نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اُسے خبر کردیں تاکہ وہ اپنی حفاظت کر سکے۔

☆ تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

---

[1] مصلحت آمیز جھوٹ اُس سچ سے بہتر ہے جو فتنہ بپا کرے۔

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی بہت تاکید آئی ہے جو بارہا بیان کر چکا ہوں۔ ایک صحابی نے ایک روز رسولِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں اچھے کام کررہا ہوں یا برے ؟ تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ پڑوس سے (کسی کے ذریعہ) اندازہ لگالیا کریں اگر وہ اچھا کہیں تو اچھے ہو ورنہ برے ہو۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں آقائے نامدار ﷺ نے محبت کا ایک معیار بتلایا ہے جس سے ہر آدمی کو جانچا جا سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی برابر جھوٹ بولے، امانت میں خیانت کرے، پڑوسیوں کو تنگ کرے مگر اس کے باوجود وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا دعویدار ہے تو ایسا شخص یقیناً کاذب ہے محبّ ہرگز نہیں، حقیقی اور سچا محبّ وہی ہوتا ہے جو محبوب کی ہر بات کو تسلیم کرے اس کا ہر حکم خوشی سے بجالائے وہ محبّ نہیں جو بات تو کوئی بھی نہ مانے مگر زبان سے محبت کے بڑے بڑے دعوے کرے، فقط زبانی دعوے کا کوئی اعتبار نہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ اور اُس کے رسول کے محبّ اور محبوب وہی ہوتے ہیں جو ان کے حکموں پر چلتے ہیں نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے، آمین۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۹ فروری ۱۹۶۸ء)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۱۵ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت

تعلیماتِ قرآنِ پاک کی روشنی میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

سنگِ بنیاد اور حقیقی روح :

''اے انسانوں ! ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھ دیئے تمہارے گوت اور قبیلے اس لیے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے یہاں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہو۔'' (سورۂ حجرات: ۱۳)

ایک دوسری آیت میں مرد اور عورت کی ''دوئی'' کو ''اکائی'' کر دیا گیا ہے۔

''اے لوگو ! ڈرتے رہو اپنے پروردگار سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی ایک جان سے اس کا جوڑا بنایا پھر اس جوڑے کے دو فرد سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔'' (سورۂ نساء : ۱)

ان آیاتِ مبارکہ کا مفاد یہ ہے :

(۱) اس طرح کے تصورات اور عقیدے قطعاً غلط اور باطل ہیں کہ کسی برادری کا رشتہ چاند سے جڑا ہوا ہے اور کوئی قوم آفتاب کی نسل سے ہے یا کسی نسل کا مورث پروردگار کے چہرے سے پیدا ہوا تھا اور کسی کا مورثِ اعلیٰ پیٹ سے یا پیروں سے

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ [1] ''بہت ہی سخت اور غلط بات ہے جو اِن کے منہ سے نکل رہی ہے وہ سراسر جھوٹ اور غلط بات کہہ رہے ہیں۔''

(۲) آنحضرت ﷺ نمازِ تہجد کے بعد جو دعا مانگا کرتے تھے اُس کا ایک جزو یہ بھی ہوتا تھا :

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْئٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ. [2]

''اے میرے پروردگار اور ہر چیز کے پالنے والے میں شہادت دیتا ہوں کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں۔''

(۳) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ . [3] ''ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے بس اللہ کی مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اُس کی مخلوق پر سب سے زیادہ احسان کرتا ہو۔''

پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

شاعر اسلام حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ نے انہی تعلیمات کو اِن اشعار میں منضبط کر دیا ہے :

بنی آدم اعضاء یکدیگرند — کہ در آفرینش ز یک جوہراند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دِگر عضو ہارا نماند قرار

---

[1] سُورة الكهف : ۵ [2] ابو داوٗد شريف باب ما يقول الرجل اذا سلم
[3] مشكوة شريف باب الشفقة والرحمة على الخلق

آدمی کی تمام اولاد آپس میں ایک دوسرے کا عضو ہیں کیونکہ ان سب کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے اگر زمانہ کسی ایک عضو میں درد پیدا کر دیتا ہے تو دوسرے اعضاء کو بھی چین اور قرار باقی نہیں رہتا۔ قرآنِ پاک کی ہر ایک تعلیم جزو ایمان ہے بس ان سے زیادہ علمبر دار جمہوریت کون ہو سکتا ہے جن کا ایمان ہو کہ تمام انسان ایک جڑ کی شاخیں اور ایک بدن کے اعضاء ہیں ان میں نہ کوئی دخ پیخ ہے نہ ذات پات جن کی خدا پرستی بھی محبت کے روپ میں ہو اور سب سے اچھا خدا پرست وہ ہو جو سب سے زیادہ مخلوقِ خدا سے پیار کرے۔

حقیقی روح اور جمہوریت کی جان :

(۳) انسانی بھائی چارہ کا سب سے پہلا تقاضا ہے ہمدردی اور امدادِ باہمی مثلاً بے روزگار کو روزگار پر لگانا، بیمار کی خدمت، بھوکے کی امداد، مقروض کے قرض کی ادائیگی یا اداءِ قرض میں امداد، بے پناہ کو پناہ دینا، کوئی بے قصور گرفتار کر لیا گیا ہے تو اُس کی رہائی کی کوشش کرنا۔

ایک حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت اور بندہ کا مکالمہ نقل فرمایا گیا ہے (ترجمہ یہ ہے) :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا :

اے ابن آدم میں بیمار پڑا تو نے مجھے پوچھا بھی نہیں۔

ابن آدم کہے گا خداوندِ عالم تو رب العالمین ہے تو کیسے بیمار پڑ سکتا تھا ؟

رب العالمین : میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو اگر اُس کو پوچھنے جاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔

پھر ارشاد ہوگا : ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔

ابن آدم : خداوندا تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے کھانا کھلا سکتا تھا ؟

رب العالمین : میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اُس کو کھانا نہیں دیا، اگر تو اُسے کھانا کھلاتا تو مجھے تو اُس کے پاس پاتا۔

رب العالمین : ابن آدم میں پیاسا تھا تجھ سے پانی مانگا تو نے پانی نہیں دیا۔

ابن آدم : خداوندا تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے پانی پلا سکتا تھا ؟

رب العالمین : میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اگر تو اُسے پانی پلاتا تو مجھے وہیں اُس کے پاس پاتا۔[۱]

مساوات اور بھائی چارہ کا تقاضا اور مطالبہ :

(۱) جب سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ایک خدا کا کنبہ اور ایک بدن کے اعضاء ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی انسان کو قابلِ پرستش مانا جائے اُس کے سامنے اس طرح ڈنڈوت کریں یا گردن جھکائیں یا اِس طرح کمر ٹیڑھی کریں جیسے خدا کے سامنے کی جاتی ہے ﴿ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ﴾ [۲]

(۲) نہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس (بندے) کے حکم یا طور طریق اور اُس کے طرز و انداز کو مذہب اور دھرم کا جزو بنالیں۔ دین اور دھرم اللہ کا ہے اُسی کا حکم دین کا حکم بن سکتا ہے یا اُس کا جو دین کے مالک (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے دین سکھانے کا ذمہ دار بنایا گیا ہو، کیونکہ اُس کا بتانا خدا کا بتانا ہوگا وہ صرف ایلچی ہوگا اصل حکم خدا کا حکم ہوگا۔

(۳) یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص یا خاندان کو انسانوں کی گردنوں کا مالک مان لیں اُس کا حکم قانون بن جائے اُس کے خلاف نہ داد ہو سکے نہ فریاد، یعنی جب ہر انسان بھائی بھائی اور انسان ہونے میں برابر کا شریک ہے تو کسی انسان یا انسانوں کے کسی خاندان کو دوسرے انسانوں کا مالک اور بادشاہ نہیں مانا جا سکتا، نہ حکومت کو نہ ملکی قیادت کو کسی ایک خاندان کے ساتھ اس طرح جوڑا جا سکتا ہے کہ باپ کے بعد اُس کا بیٹا راجہ اور اُس کی راج گدی کا مالک بن جائے، یہ چیز انسانی برادری کے لیے موت کا پیغام ہے۔ اگر ہم کسی کی رعایا ہیں تو اُس کی برابری اور مساوات کا دعوی نہیں کر سکتے اس لیے اسلام اس کو برداشت نہیں کرتا کہ کسی کو شہنشاہ کہا جائے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ نفرت انگیز بات یہ ہے کہ کسی کو مَلِکُ الْاَمْلَاکُ (شہنشاہ) کہا جائے [۳]

[۱] مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ شریف [۱] سورہ آلِ عمران : ۷ [۲] بخاری شریف ص ۹۱۶

جمہوریت کی تشریح و تعبیر :

جمہور کا تجزیہ کیجئے ! آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ بہت سی سوسائٹیاں بہت سی جماعتوں اور مختلف طبقات کے مجموعہ کا نام ''جمہور'' ہے اور یہی جمہور جب اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نظام بناتا ہے تو اس کو ''جمہوریہ'' کہا جاتا ہے اور یہ تصور یا نظریہ کہ نظام اس طرح کا ہو کہ جمہور کے احساسات و جذبات کی عکاسی کر رہا ہو ''جمہوریت'' ہے۔ اگر آپ جمہوریت کی چوٹی پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو آپ مشاہدہ کرلیں گے کہ ''طبقات'' سوسائٹیوں اور جماعتوں کے ستون ہیں جن پر یہ تعمیر اُٹھی ہوئی ہے اگر یہ ستون ٹھیک ہیں تو یہ تمام تعمیر درست ہے ورنہ

خشتِ اوّل گر نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج [1]

اگر ہم ان ستونوں کا نام معاشرہ اور سماج رکھ دیں تو ہم یہ بھی کہہ سکیں گے کہ صحیح اور صالح جمہوریت کی بنیادی شرط اصلاحِ سماج ہے۔ سماج کی درستی کا لفظ جب زبان پر آتا ہے تو ہمارا ذہن فورًا تعلیم اور تعلیم گاہوں یا اُن پنچائتوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے جن کو گرام سُدھار [2] یا محلّہ سُدھار کمیٹی کہا جاتا ہے اور جس کا نظام ملک میں پھیلایا گیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ

تعلیم ہو تو کس چیز کی ؟ ؟ اور سدھار ہو تو کن اصولوں پر ؟ ؟ ؟

کیا ہندی یا انگریزی زبان یا حساب، جغرافیہ اور مساحت وغیرہ کی تعلیم سماج کو درست کردے گی ؟ اور کیا اتنی بات کافی ہوگی کہ گرام سدھار پنچائتوں کے ممبر کھیتی باڑی، آبپاشی اور دست کاری یا قانون کی کچھ باتوں سے واقف یا ان کے ماہر ہوں ؟

قرآنِ کریم نے جب اُخوت اور مساوات کا درس دیتے ہوئے جمہوری نظام کی طرف رہنمائی کی تو اُس نے پہلے وہ اصول بتادیے جن پر سماج کی تربیت ہونی چاہیے تاکہ صالح جمہوریت رُونما ہوسکے اور جمہوری مملکت چین اور اطمینان کا گہوارہ بن سکے۔ (جاری ہے)

❁ ❁ ❁

---

[1] اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دے تو ثریا تک دیوار ٹیڑھی جائے گی۔ [2] بستی سدھار

سلسلہ تقاریر نمبر۹ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّدحسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

سیرتِ پاک کا اِزدواجی پہلو اور مسئلہ کثرتِ ازدواج

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّدحسین احمد صاحب مدنیؒ ﴾

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

مسئلہ تعددِ ازواج حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰة والسلام کی نسبت بہت سے ظاہر بینوں اور متعصب مخالفینِ اسلام کے خیالات بہت زیادہ سخت ہیں ان لوگوں کے درشت کلمات اور بلا حقیقت شبہات سے بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی پریشان ہوکر طرح طرح کے اوہام اور شکوک میں پڑجاتے ہیں اس لیے ہم بطورِ اختصار کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جس سے بخوبی عیاں ہوجائے گا کہ آنحضرت علیہ السلام نے کس طرح سخت سے سخت نفس کشی اس بارے میں فرمائی اور اس امر میں وہ بھاری اور ثقیل زہد اختصار فرمایا جس کی نظیر مشکل ہے، پادریوں اور عیسائی تعلیم سے متاثر ہونے والوں نے اس اعتراض کو بہت زیادہ اُتار چڑھاؤ کے ساتھ اہمیت دی ہے اور ان ہی کی تقلید میں آریہ[۱] حضرات بھی خامہ فرسائی[۲] کرتے رہتے ہیں مگر ہم اس مختصر عرض میں بائبل کے حصہ قدیم (عہد عتیق) کی طرف متوجہ کرانا مناسب نہیں سمجھتے ہیں اور نہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویوں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار محل سراؤں[۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آٹھ ہمدموں، حضرت یعقوب علیہ السلام وغیرہ انبیاء

---

[۱] پنڈت دیانند سرسوتی کی پیرو جماعت [۲] تحریر کرنا [۳] باشاہوں اور راجاؤں کا زنان خانہ

کی متعدد ازدواج کا تذکرہ الزام کے طور پر کریں گے اور نہ اسی طرح ہم سری کرشن جی مہاراج کی تیرہ یا راجہ جراسندھ کی دوسو سے زیادہ چھڑائی ہوئی عورتوں سے ہم بستری کا یا متعدد گوپیوں[1] سے تعشق اور تعلق کا حوالہ دیں گے (جس کا ان کے ہم مذہب مؤرخین نے تذکرہ کیا ہے) ہم ہر مذہب کی مقدس ہستیوں کو احترام کی نظر سے دیکھنا اسلامی تعلیم کی حیثیت سے ضروری سمجھتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت نہایت مقدس ہے اس لیے ہم ان روایات کو نہ اہمیت دیتے ہیں اور نہ قطعی طور پر جھوٹی سمجھتے ہیں ان مقدس پیشواؤں کی اگر یہ حالت واقعی ہے تو ان کے منصبِ عالی کے خلاف بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہماری نظر میں ایسی مقدس ہستیوں کا کیرکٹر اور ہی ہے، ہم اس جگہ محض تحقیقی طور پر کچھ واقعی بات عرض کرنا چاہتے ہیں اعتراض کرنے والے حضرات تاریخ سے یا تو بالکل واقف ہی نہیں ہیں یا شوقِ اعتراض نے ان کو واقعیت پر نظر ڈالنے سے روک دیا ہے۔

سرورِ عالم ﷺ کا دورِ شباب اور بے نظیر عفت :

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کسی عورت یا لڑکی سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کیا جس کی تمام موافق اور مخالف تاریخیں شہادت دیتی ہیں، عشق و اُلفت کے جوش کا زمانہ، جوانی کی اُمنگوں اور باہمی قوت کی ترقی کی عمر یہی ابتدائی عمر کے سال ہیں ان ہی ایام میں قوتِ باہ کی پُر زور تاثیر آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے اور نہ صرف تقوی شکن بلکہ حیا اور عزت کو برباد کر دینے والی شہوت کا بھوت انسان پر سوار ہو جاتا ہے یہی عمر کا وہ زمانہ ہے جس میں جوانی کا جوبن اور شباب کا جنون مردوں اور عورتوں کو ہر مخلِ ناموس اور مہلکِ تقدس خواہش پر آمادہ کر دیتا ہے، حرارتِ غریزی کا بڑھتا ہوا جوش اور قوتِ جسمانی کا روزانہ ترقی کرنے والا اثر اخلاقی اور انسانی حدود کو بھلا دیتا ہے خصوصًا پندرہ سال کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کا زمانہ تو نہایت ہی نازک زمانہ ہے پھر جنابِ رسول اللہ ﷺ کے خاندانی شرف اور بلندی کو خیال میں لایا جائے اور آپ کے بے نظیر جسمانی تناسب اعضا اور خوبصورتی اور

---

[1] ''گوپی'' کرشن جی کے ساتھ بچپن میں کھیلنے والی گوالوں کی لڑکیوں کا لقب

بے مثل حسن و جمال پر غور کیا جائے ،لڑکیوں اور عورتوں میں پردہ نشینی مروج نہ ہونے کا تصور بھی رکھا جائے تو اُس زمانہ کی بھیانک تصویر اور بھی آنحضرت ﷺ کی عفت اور انتہائی نفس کُشی کا نقشہ کھینچتی ہے طبعی طور پر نوجوان عورتوں کی آنکھیں اِن صفات سے موصوف اشخاص کو ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور اگر کوئی نوجوان پرہیز گاری اور شرم کو کام میں لانا چاہے تو یہ تقوی شکن عورتیں شیشہ عفت کو پاش پاش کر دیتی ہیں ان کی جادو گر آنکھیں اپنی قوتِ تاثیر سے نوجوان آدمی کو اپنی زلفِ مسلسل کا قیدی بنالیتی ہیں، شہوت پرست اشخاص اسی زمانہ میں ہر قسم کے ناکردنی اعمال کر گزرتے ہیں پھر عرب کی اُس زمانہ کی آزادی حسن و عشق کی داستانیں، وصال و ہجر کی حکایتیں، تعشّق و تشبیب [1] کی سرگرمیاں، عورتوں سے ناجائز تعلقات پر مفاخرت، عرب کے قصائد اور اُن کے تغزلات اور تشبیبات سے مثل آفتاب ظاہر و باہر ہے، سبعہ معلقہ کے قصائد اور دیگر قصائد ملاحظہ ہوں، ایسی حالت اور ایسی زمین میں عفت اور عصمت کا محفوظ رکھنا کس قدر مشکل ہے ہر سمجھدار خود اندازہ کر سکتا ہے جس سے جنابِ رسول اللہ ﷺ کی پوزیشن کس قدر شفاف نظر آتی ہے۔

آپ کا پہلا نکاح اور وہ بھی بیوہ سے :

پچیس برس کی عمر ہونے پر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے شادی کی وہ بھی ایک ایسی بیوہ عورت سے جس کی عمر اور جوانی کا بہت بڑا حصہ گزر چکا تھا، جوبن اور جوانی کا فریفتہ کرنے والا حسن و جمال، ناز و انداز، شوخی و نزاکت سب زائل ہو چکے تھے اُس نے اس سے پہلے دو خاوندوں ابو ہالہ اور عتیق بن عایذ اللہ کے نکاح میں رہ کر اپنی زندگانی کے رجھانے [2] والے حصہ کو صرف کر دیا تھا یہ دونوں خاوند یکے بعد دیگرے اس کی عصمت کے مالک ہوئے تھے اور دونوں سے بچے بھی پیدا ہو چکے تھے اور چونکہ دونوں خاوندوں کی وفات ہو چکی تھی اس لیے وہ کچھ عرصہ سے بیوگی کی زندگی گزار رہی تھی وہ اگرچہ عقل و تدبر میں اس سرزمین میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی، شرافتِ نسبی اور اعلیٰ خاندان میں اعلیٰ درجہ اس کو حاصل تھا

---

[1] عاشقانہ مضامین بیان کرنا۔ [2] فریفتہ کرنا، لبھانا۔

مال اور سرمایۂ تجارت میں مشہور و معرفت تھی مگر بایں ہمہ شہوت پرستی کے سامان عمومًا اس میں مفقود تھے اس کی عالی نسبی اور شرافت انتہائی عقل اور سمجھ، اخلاق کا معاملہ اور اعمالِ فاضلہ و دولت وغیرہ کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سردار اِس کو اپنے نکاح میں لانے کی مدتوں سے کوشش کر رہے تھے جس میں ان کو ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔

اس تجربہ کار اور عقلمند مقدس بی بی کو جنابِ رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور بے لوث زندگی نہایت صاف اور ستھرے معاملات نے اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ اس نے خود خواہش کی کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیجئے اس کو اپنے غلام کی زبانی اور اہلِ مکہ معظّمہ کی متواتر روایات اس کی نہایت تیز عقل اور سمجھ نے یہ بتلا دیا تھا کہ ہونہ ہو یہ ہونہار بروا[1] ہے جس کے چکنے چکنے پات ظاہر ہو رہے ہیں باوجودیکہ بڑے بڑے مالدار اور بڑے بڑے سردار اس کے عشق میں سرگرداں تھے مگر آنحضرت علیہ السلام کی مقدس حالتوں نے اُس کو اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ اُس نے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے چچا کے ذریعہ سے میرے والد کے پاس میرے متعلق پیغام کہلا بھیجئے میں خود کوشش اندر سے کروں گی جس کی بنا پر میرے والد ماجد کسی طرح پیام نکاح کو رد نہ کریں گے۔ اس کے والد ماجد قریش کے بہت بڑے سردار اور نخوت والے بڑی ناک کے آدمی تھے جب انہوں نے سنا تو کہنے لگے ذٰلِكَ فَحْلٌ لَا يُقْرَعُ یہ وہ نر ہے جس کو نکالا نہیں جا سکتا اور نہایت سادگی سے نکاح ہو گیا۔ اس مقدس اور خوش بخت عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح ہوتے ہی اپنا تمام مال اور دھن، غلام، باندی وغیرہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا اور یہ کہا کہ یہ سب چیزیں میں آپ کی نذر کرتی ہوں جس طرح آپ کی خواہش ہو آپ ان چیزوں میں تصرف فرمائیں۔ ان سے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے تین لڑکیاں اور دو یا تین لڑکے پیدا ہوئے، اپنے اخیر وقت تک یہ آپ کے نکاح میں رہیں اور نہایت خوش اخلاقی، عالی ظرفی، تابعداری کے ساتھ فدائی طریقہ پچیس برس تک تن تنہا آپ کے نکاح میں رہ کر جب آپ کی عمر پچاس سال کی ہو گئی تو خود پینسٹھ برس کی عمر پوری کر کے انتقال کیا۔

---

[1] بچہ

حالاتِ مذکورہ کے نتائج :

غور کرنے کی بات ہے کہ شہوت پرستی کا کوئی شائبہ بھی یہاں موجود نہیں۔

(۱) پچیس برس تک نہایت عفت کے ساتھ مجرد رہنا۔

(۲) بیوہ عورت سے نکاح کرنا۔

(۳) چالیس برس کی عمر کی عورت سے نکاح کرنا۔

شہوت پرست تو خود کتنے ہی عمر کو پہنچ جائیں نو جوان لڑکیاں چودہ پندرہ برس کی ڈھونڈتے ہیں خود تو اَسی اَسی اور نوے نوے برس کے ہو جاتے ہیں مگر خواہش اور سعی یہی رہتی ہے کہ کوئی دوشیزہ ملے۔

(۴) اس عورت کو نکاح میں لانا جس کی چند اولاد موجود ہوں ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ شہوت پرستوں کے مقاصد ایسی صورت میں نہ صرف مفقود ہوتے بلکہ ان کو ایسی عورتوں سے نفرت بھی ہوتی ہے۔

(۵) ایسی عورت کو پسند کرنا جس کے دو خاوند یکے بعد دیگرے اس سے پہلے مر چکے ہوں شہوت پرست ایسی عورت کو مشئوم اور منحوس بھی سمجھتے ہیں۔

(۶) اتنی عمر گزرے جانے پر بھی خود خواہشِ نکاح نہ کرنا بلکہ عورت کی طلب پر اس کے لیے تیار ہونا۔

(۷) اپنی قوت کے عمدہ زمانہ یعنی پچیس برس سے پچاس برس تک کی عمر کو اسی ایک عورت کے ساتھ نہایت عفت و عصمت کے ساتھ گزار دینا۔

(۸) اس عمر میں بیوی یا باندی کے طور پر یا کسی اور صورت سے کسی عورت سے کوئی تعلق نہ رکھنا۔

یہ وہ اُمور ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی نہایت زیادہ نفس کُشی اور زہادت[۱] معلوم ہوتی ہے اسی سے اس امر پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگرچہ مالدار عورت تھیں مگر خود جنابِ رسول اللہ ﷺ کو اوّلاً ان سے نکاح کرنے کی رغبت اور خواہش پیدا نہیں ہوئی اور نہ ان کا

---

[۱] پرہیزگاری

مال اور سرمایہ آپ کو ان کی طرف جاذب ہوا، تاریخی واقعات نہایت صفائی سے اس امر پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے کمالات اور اخلاق دیکھ کر گرویدہ ہوگئیں اور خود ہی نکاح کی خواہش کی اور بغیر کسی قسم کے ناجائز تعلقات اور کارروائیوں کے بالکل مشروع اور معتبر طریقہ پر باقاعدہ نکاح ہوا اور پھر انہوں نے جو اپنا مال اور سرمایہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا وہ بھی بلا طلب اور بغیر خواہش نبوی تھا (علیہ السلام)۔ جس سے خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سعادتِ دارین حاصل ہوئی وہ آخر دم تک آپ کی نہایت مطیع اور فرماں بردار شکرگزار رہیں اور سب سے پہلے اسلام لائیں اس لیے اس امر میں دنیا طلبی کا متعصّبانہ الزام لگانا بالکل بے سروپا بہتان ہے جس پر جنابِ رسول اللہ ﷺ کی زندگانی کی کیفیتیں اور آپ کا مال وزر کا آخر دم تک لٹاتے رہنا ایک پیسہ بھی جمع نہ کرنا بلکہ باوجود تمام ملکِ عرب کے محکوم اور مملوک ہونے کے غلہ کی قرض داری کی حالت میں وفات کرنا ایک بین دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کو کبھی بھی دنیا طلبی نے اپنے پھندوں میں نہیں پھنسایا آنحضرت ﷺ کی قولی اور عملی حالتیں آفتاب سے زیادہ تیز تر اور صاف روشنی ڈال رہی ہیں کہ اس مقدس اور معصوم ہستی کے دل میں دنیا کی مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہ تھی بلکہ اُلٹی اس سے سخت نفرت تھی۔

دوسرا نکاح بھی بیوہ سے :

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ بھی بیوہ تھیں اور سَن رسیدہ، شہوت پرستی اور اس عمر کا کیا تعلق۔

ایک شبہ کا ازالہ :

شاید بعض سادہ لوحوں کو یہ خیال ہو کہ یہ تقلیل ازواج اور ایک عورت پر اکتفا کرنے کی نوبت محض افلاس اور فقرِ مالی کی وجہ سے تھی یا اس بناء پر کہ لوگ لڑکیاں نہیں دیتے تھے مگر یہ خیال بالکل غلط ہے نبوت کے بعد مکہ معظّمہ میں رؤسا قریش نے نہایت زور سے آپ کو اپنی عمدہ سے عمدہ لڑکیاں پیش کیں اور کہا کہ اگر آپ کا مطلب بادشاہت ہے تو ہم آپ کو بادشاہ بنانے اور تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں اور اگر خزانہ مطلوب ہے تو جس قدر چاہو ہم خزانہ دینے کے لیے تیار ہیں اور اگر لڑکیاں مطلوب ہیں تو

جس لڑکی کو پسند کرو اور جس قدر چاہو ہم نکاح کر دینے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ تم نئے دین کی بنیاد نہ ڈالو اور ہمارے بتوں سے نفرت نہ دلاؤ۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ کی عالی نسبی اور نہایت بلند اخلاق نے نبوت سے پہلے تمام اہلِ مکہ کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا کسی کو آپ سے شکایت تو درکنار قلب میں ذرا کدورت بھی نہ تھی بلکہ ہر ایک نہایت محبت کرتا تھا، پھر تجارت وغیرہ کے طریقوں میں آپ کو اس قدر سلیقہ تھا کہ قبل از نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں جبکہ بطورِ شرکتِ عمل[1] آپ ملک شام کو مال لے کر گئے تھے تو اس قدر نفع ہوا تھا کہ پہلے کبھی ایسا واقعہ نہیں گزرا تھا، لوگوں سے قرابتوں کا جال اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ قریش کے خاندانوں میں سے کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے آپ کی رشتہ داری نہ ہو، اگر آپ قبلِ نبوت یا بعد نبوت دو چار یا کم و بیش نکاح کے خواہاں ہوتے تو کسی طرح بھی مشکل پیش نہ آتی اور یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان بن حرب کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی ہے تو باوجود سخت عداوت اور پرخاش کے ذرا بھی نکاح کے امر میں گفتگو نہ کی بلکہ اہلیت اور استحقاق کا اقرار کرتے ہوئے تعریفی کلمات کہے۔

خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ پر پروانہ وار فدا تھیں اور اپنا تمام سرمایہ آپ کی نذر کر چکی تھیں اگر آپ کی خواہش ہوتی تو نکاح کی صورتیں بہم پہنچاتیں چنانچہ جب آپ نے ان سے فرمایا کہ میری تمہارے سوا جنت میں اور بھی بیویاں فلاں فلاں ہوں گی تو ان کو ذرا بھی گراں نہیں گزرا بلکہ صاف الفاظ میں بشاشت کے ساتھ جواب دیا کہ اس میں کیا ہے بادشاہوں کی سینکڑوں بیویاں ہوا ہی کرتی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عقلمندی اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمدردی آپ کی رضا جوئی خدمت وغیرہ کے تفصیل احوال کا اگر تتبع کیا جائے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ ادنیٰ درجہ کا بھی اشارہ پاتیں تو ضرور بالضرور خود چند نکاح کروا دیتیں اور اپنے تمام مال سے ان بیویوں کی خدمت انجام دیتیں۔

(جاری ہے)

---

[1] مضاربت

قسط : ۱۰

تبلیغ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدً وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

اعمالِ ظاہری کے دس اُصول

(۱۰) دسویں اصل ...... اتباعِ سنت کا بیان :

چونکہ اصل سعادت یہی ہے کہ تمام حرکات وسکنات میں جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع کیا جائے اس لیے سمجھ لو کہ حضرت ﷺ کے تمام افعال کی دو قسمیں ہیں :

اوّل : عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ۔

دوم : عادات مثلاً کھانا، پینا، سونا اُٹھنا بیٹھنا وغیرہ۔

کامل اتباعِ رسول اللہ ﷺ یہ ہے کہ عبادات اور عادات دونوں میں ہو، مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں قسم کے افعال میں آپ کی اقتدا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس آیت میں آنحضرت ﷺ کے اتباع کا حکم فرمایا ہے وہاں کوئی قید نہیں لگائی بلکہ یوں ارشاد فرمایا ہے کہ پیغمبر جو کچھ بھی تم کو دیں اُس کو لے لو اور جس چیز سے منع کریں اُس سے باز آجاؤ۔ شیخ محمد بن اسلمؒ نے تمام عمر صرف اس خیال سے تربوز نہیں کھایا کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے تربوز کھانے کا انداز ان کو معلوم نہیں ہوا تھا، ایک بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ سہواً اوّل بائیں پاؤں میں پہن لیا تو اس کے کفارے میں جب تک ایک گون گیہوں خیرات نہ کر لیے اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے، معلوم ہوا کہ کامل اتباع اور پوری سعادت مندی یہی ہے کہ عادتوں میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کا اقتدا کیا جائے کیونکہ اس میں بے شمار فائدے ہیں اور ذرا سے تساہل میں ایسی نعمتِ عظمی کا کھو بیٹھنا بے وقوفی ہے، اب ہم اس کا سبب اور یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اتباع کامل میں فائدے ہیں، سنو ! اس کی تین وجوہات ہیں۔

☆ پہلی وجہ : تمہیں معلوم ہے کہ قلب کو اعضا سے خاص تعلق ہے اور اعضائے بدن کے تمام افعال کا اثر دل کے اندر پہنچتا ہے لہٰذا جب تک اعضا کی حرکات وسکنات حدِ اعتدال (درمیانی) پر نہ ہوں گی اس وقت تک قلب کو صلاحیت اور نور کبھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا قلب آئینہ کی طرح ہے اور آئینہ آفتاب کی روشنی سے اُس وقت روشن ہوسکتا ہے جبکہ اِس میں تین باتیں موجود ہوں :

(۱) یہ کہ صیقل (چمکانا، پالش کرنا، صاف کرنا) کیا جائے۔

(۲) یہ کہ اس کا جرم (جسم) صاف اور شفاف ہو۔

(۳) یہ کہ اِس میں کجی (ٹیڑھاپن) بالکل نہ ہو۔

اسی طرح جب قلب کے اندر تینوں اوصاف موجود ہوں گے کہ خواہشات نفسانی کے ترک کر دینے سے اس کی صیقل ہوجائے گی اور ذکر الٰہی سے اس میں صفائی پیدا ہوگی اور افعال اعضا کو

اعتدال پر رکھنے سے اس میں کجی نہ آنے پائے گی تو اُس وقت بے شک اس میں تجلیاتِ باری تعالیٰ کا انعکاس (عکس) ہوگا۔

عاداتِ محمدیہ کے اتباع میں منفعت دینیہ کی حکمتیں اور اسرار :

اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز کو اُس کے موقع پر رکھا جائے مثلاً چار سمت میں سے ایک سمت یعنی قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے اس لیے تمام نیک کاموں میں خواہ ذکر الٰہی ہو یا تلاوت قرآن اور وضو ہو یا دعا میں قبلہ کی جانب منہ کیا جائے اور جو افعال گھنیانے کے قابل ہوں مثلاً قضائے حاجت یعنی بول و براز (پیشاب یا پاخانہ) اور جماع (ہم بستری) میں ستر کھولنا وغیرہ اُس وقت اس جانب سے رخ پھیر لیا جائے ایسا کرنا چونکہ سمت قبلہ کی عزت کا قائم رکھنا ہے لہٰذا یہی اعتدال ہے یا مثلاً اللہ تعالیٰ نے داہنی جانب کو بائیں جانب پر شرف بخشا ہے اس لیے تم کو بھی اس کے شرف کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے کہ اگر اچھے کام کرے مثلاً کلام مجید اُٹھانا یا روٹی کھانی ہو تو داہنا ہاتھ اور میلے کام مثلاً استنجا کرنا، ناک سنکنا یا بضرورت کسی ناپاک چیز کو ہاتھ لگانا ہو تو بایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ، کپڑا پہنو تو اوّل دائیں طرف سے، جوتا پہنو تو اوّل داہنے پاؤں میں پہنو، مسجد میں جاؤ تو اوّل داہنا پاؤں رکھو اور اور جب باہر نکلو تو اوّل بایاں پاؤں نکالو، الغرض ہر شے کے مرتبے کا خیال رکھنا عدل اور انصاف کہلاتا ہے اور اِس ظاہری اعتدال سے قلب بھی معتدل اور مستوی ہو جائے گا۔

اگر یہ وجہ تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تجربہ کر کے دیکھو اور اس کا تو تم نے بھی تجربہ کیا ہوگا کہ جو لوگ سچ بولنے کے خوگر (عادی) ہوتے ہیں اُن کے خواب بھی اکثر سچے ہوتے ہیں اور جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں اُن کی خوابیں بھی زیادہ تر جھوٹی ہوتی ہیں کیونکہ راست گوئی سے قلب میں اعتدال اور درستی و استقامت آجاتی ہے اور دروغ گوئی سے اِس میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔

دیکھو چونکہ شاعر اکثر جھوٹے اور لغو تخیلات کے عادی ہو جاتے ہیں اس لیے ان کے قلب میں کجی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا جہاں تک ہو سکے قلب میں جھوٹے خیالات کو جگہ نہ دو ورنہ دل کا اعتدال ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

☆ دوسری وجہ : یہ ہے کہ دوائیں دو قسم کی ہوتیں ہیں بعض وہ کہ جن کے اثر و تاثیر میں مناسبت ہے مثلاً شہد چونکہ گرم ہے اس لیے گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے اور سرد مزاج والوں کو نفع پہنچاتا ہے ایسی دوائیں تو بہت کم ہیں کیونکہ اکثر دوائیں دوسری قسم میں داخل ہیں یعنی وہ دوائیں کہ جن کی تاثیر کسی مناسبت سے نہیں ہوتی اس کا نام ''خاصیت'' ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شے کی خاصیت یا تو الہام سے معلوم ہوتی ہے یا وحی سے یا تجربہ سے مثلاً سقمونیا دست آور ہے اور رگوں سے صفرا کو کھینچ لیتا ہے یا مقناطیس کی یہ خاصیت ہے کہ لوہے کو اپنی جانب کھینچتا ہے یہ دونوں تاثیریں تجربہ ہی سے معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح اعمال و افعال کی تاثیریں بھی دو ہی طرح کی ہیں یعنی اعمال میں اور ان کی تاثیروں میں تو مناسبت کھلی ہوئی موجود ہے مثلاً نفس کی خواہشوں کا پورا کرنا اور دنیوی لذتوں کے پیچھے پڑ جانا مضر ہے کیونکہ جب مرتے وقت دنیا سے روانگی ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہ ایک دن ضرور ہونا ہے تو اُس وقت ضرور ان لذتوں کو چھوڑتے ہوئے حسرت ہوگی اور جب کچھ بن نہ پڑے گا تو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا رخصت ہوگا پس لذتوں میں پڑنے اور ان کے نقصان و ضرر میں مناسبت کھلی ہوئی ہے مثلاً ذکر الٰہی مفید ہے کیونکہ ذکر کے سبب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اور معرفت کی بدولت محبت پیدا ہوگی اور محبت خداوندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی پائیدار لذتوں کا شوق پیدا ہوگا لہٰذا دنیا سے جاتے وقت کچھ بھی حسرت نہ ہوگی بلکہ اپنے محبوب سے ملنے کے شوق میں ہنسی خوشی روانہ ہوگا پس ذکر اللہ اور اس کے ثمرہ و اثر میں بھی مناسبت ظاہر ہے۔

البتہ دوسری قسم کے اعمال اور ان کی تاثیر میں کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی اور یہ وہی خاصیت ہے جو وحی اور نورِ نبوت کے علاوہ کسی طرح بھی معلوم نہیں ہوسکتی اور اکثر اعمالِ شریعت چونکہ اس قسم میں داخل ہیں لہٰذا جب تم دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مباح کاموں میں سے باوجود دونوں پر قدرت ہونے کے ایک کو ترجیح دی ہے مثلاً استنجا دائیں ہاتھ سے بھی کر سکتے تھے مگر پھر بائیں ہاتھ کو اس کام میں لگایا اور سیدھے ہاتھ کو علیحدہ رکھا تو یہ علامت ہے کہ آپ نے اس کی خاصیت معلوم فرما کر ہی ایسا کیا

ہے اور ضرور اس میں کوئی خاص نفع ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ تعجب کی بات ہے کہ محمد بن زکریا طبیب پتھروں اور بوٹیوں کی جو خاصیتیں بتاتے وہ تو بلا چون و چرا اور بے سوچے سمجھے صحیح مان لی جائیں اور سیّد البشر محمد بن عبداللہ علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام نورِ نبوت اور وحی ربانی سے اعمال و افعال کی جو خاصیتیں بیان فرمائیں اُن کو نہ مانا جائے اور خلافِ عقل بتایا جائے۔ مسلمانو ! یقین جانو کہ طبیب روحانی جو کچھ بھی عطا کرے ضرور اُس میں نفع ہوگا اگرچہ اس کی مصلحت تمہاری عقل اور علم میں نہ آسکے۔

☆ تیسری وجہ : یہ ہے کہ انسان جانوروں کی طرح آزاد بیکار نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کو اشرف المخلوقات اور شریعت کا پابند بنایا گیا ہے اس لیے تم کو مناسب ہے کہ جو کام کرو سنت کے موافق کرو تاکہ نفس محکوم اور مطیع بنا رہے اور فرشتہ خصلت بن جاؤ اور یوں سمجھو کہ بندگی بے چارگی کا نام ہے اس لیے بندہ کو چاہیے کہ جو حرکت بھی کرے وہ اتباعِ رسول اللہ ﷺ کی نیت اور پیغمبر کے حکم سے کرے تاکہ آثارِ بندگی ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں، ہر دم ریاضت و اطاعت کا اجر ملتا رہے، پابندی وہ چیز ہے کہ اگر فرضًا کوئی شخص اپنا تمام اختیار کسی جانور کے ہاتھ میں دے دے تب بھی یہ شخص اس سے اچھی حالت میں ہوگا جو سراپا اپنی خواہش پر چلتا ہے۔

یہ فائدہ اخیرہ حکم شرعی کی ہر وضع سے حاصل ہو سکتا ہے خواہ کسی طرح حکم مقرر ہو جائے کیونکہ اس کا جو مقصودِ اصلی ہے کہ ایک خاص طرز کی پابندی ہو جو ہر طور پر حاصل رہے تو شرائع مختلفہ کے احکام بدل جانے پر بھی یہ فائدہ خاصہ محفوظ رہا بخلاف اوّل اور دوسرے فائدہ کے کہ حکمت اور خاصیت ایک متعین چیز ہے اور وہ اختلاف شرائع سے بدل نہیں سکتی پس اگر تم تینوں وجھوں پر آگہی حاصل کر لو گے تو تمام حرکات میں اتباعِ سنت کی ضرورت تم کو واضح ہو جائے گی۔

عبادات میں اتباعِ سنت بلا عذر چھوڑنا کفرِ خفی یا حماقتِ جلی ہے :

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اُمور عادیہ (جن کی عادت ہو) میں اتباعِ سنت کی ترغیب کے لیے بیان کیا ہے اور جن اعمال کو عبادات سے تعلق ہے اور ان کے اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اُن میں بلا عذر اتباع چھوڑ دیں تو سوائے کفرِ خفی (پوشیدہ) یا حماقتِ جلی کے اور کوئی وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی مثلاً

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جماعت سے نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت ہے'' اس کے ماننے کے بعد اگر کوئی مسلمان بلا کسی معقول عذر کے جماعت کی نماز ترک کرے تو اس کا سبب یا تو اُس کی حماقت ہے کہ اگر کوئی شخص دو پیسے چھوڑ کر ایک پیسہ لے تو اس کو احمق بتادے اور خود ستائیس فضیلتیں چھوڑ کر ایک پر اکتفا کرے تو بے وقوف نہ ہو اور یا نعوذ باللہ یہ خیال ہو کہ رسولِ مقبول ﷺ کا یہ ارشاد محض انتظامی مصلحت کی بنا پر ہے تاکہ اس رغبت سے لوگ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں کیونکہ ستائیس کے عدد اور جماعت سے نماز پڑھنے میں کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی، پس اگر خدانخواستہ ایسا خیال ہے تو یہ کفر ہے اور کفر بھی ایسا خفی کہ اِس کی اطلاع اپنے آپ کو بھی نہیں ہے۔

لوگوں کا ایسا حال ہوگیا ہے کہ اگر کوئی طبیب یا رمّال (علم رمل والا جو نجوم جیسا علم ہے) یا نجومی کوئی بات بتائے تو اس کی وجہ خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اُس کو فوراً تسلیم کرلیں گے لیکن نبی کے قول میں مناسبت ٹٹولتے ہیں بھلا اگر کوئی نجومی یوں کہے کہ ستائیس دن گزرنے پر تم کو ایک مصیبت کا سامنا ہوگا کیونکہ تمہارے طالع اور زحل میں ستائیس درجہ کا بعد ہے اور ہر روز ایک درجہ کم ہوگا اس لیے اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور باہر نہ نکلو، اس کو سن کر بے شک تم گھر کے پیوند ہو جاؤ گے اور سب کاروبار چھوڑ بیٹھو گے اور اگر کوئی سمجھائے بھی کہ ارے میاں ایک درجہ کو اور ایک دن کو مناسبت کیا ہے ؟ اور مصیبت اور زحل میں کیا تعلق ہے ؟ نیز باہر نہ نکلنے اور مصیبت کے ٹل جانے میں کیا علاقہ ہے یہ سب واہیات باتیں اور نجومی پنڈتوں کے ڈھکوسلے ہیں اس کا خیال ہی مت کرو تو تم اُس کا کہنا کبھی نہ مانو گے اور اس کو احمق و بیوقوف اور علم نجوم کا منکر سمجھو گے، پھر افسوس صد افسوس کہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال میں تمام مناسبتوں کو سمجھنا چاہتے ہو اور اگر نہ سمجھ میں آئیں تو منکر و بداعتقاد بنے جاتے ہو، تم ہی بتاؤ کہ کیا یہ کفر اور انکارِ رسالت نہیں ہے حالانکہ ان عبادات کا مؤثر ہونا تجربہ سے بھی معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ نبی کی دی ہوئی خبروں کی مناسبتیں اور مصلحتیں سب ہی کو معلوم ہو جایا کریں بھلا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر طبیب کوئی دوا بتائے اور اس کی خاصیت تم سے نہ بیان کرے یا نجومی کسی آئندہ واقعہ پر کوئی حکم لگائے اور اُس کی مناسبت تم کو نہ بتائے

تو کیا اُس کی بات منظور نہیں کرتے مگر افسوس کہ نبی و رسول کوئی روحانی علاج فرمائیں اور اس کی مناسبت اور خاصیت نہ بتلائیں تو اس کو منظور نہیں کرتے ، اِس کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ نجومی اور طبیب چونکہ موجودہ زندگی کے متعلق علاج بتارہے ہیں اور اس زندگی کے ساتھ تم کو محبت ہے لہٰذا آنے والی مصیبت یا مرض کے فکر میں اس کی وجہ اور مناسبت پوچھنے کا ہوش نہیں رہتا بلکہ دس برس بعد آنے والی مصیبت کا آج ہی سے فکر وانتظام شروع ہوجاتا ہے حالانکہ وہ محض موہوم اور ایسے لوگوں کی بتائی ہوئی باتیں ہیں جن کا ہزاروں دفعہ جھوٹ تم خود آزماچکے ہو اور جو ٹکے ٹکے پر ایسی باتیں بتاتے دربدر مارے مارے پھرتے ہیں اور نبی چونکہ طبیب روحانی ہیں اس لیے قلبی امراض کا علاج اور دائمی صحت کی تدبیر بتاتے ہیں اور اس کی تمہیں مطلق پرواہ نہیں ،فکر نہیں ، اندیشہ نہیں بلکہ آنے والی آخرت کی زندگی کا جیسا یقین ہونا چاہیے وہ حاصل ہی نہیں اس لیے اس میں مناسبتیں پوچھتے ہو اللہ تعالیٰ ایسی غفلت سے بچائے جس کی وجہ سے عبادتوں میں بھی اتباعِ رسول اللہ ﷺ نہ ہوسکے۔

خاصیت اعمال میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کرنا مناسب ہے :

مسلمانوں کی یہی شان ہے کہ جس امر میں بھی کوئی حدیث وارد ہوئی ہو اُس میں بے چون و چرا اقتدا کرلیا کریں مثلاً رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اتوار یا جمعرات کو پچھنے لگوانے میں مرض برص کا اندیشہ ہے'' ایک محدث نے اس حدیث کو ضعیف کہہ کر قصداً اتور کے دن پچھنے لگوائے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برص میں مبتلا ہوگئے چند روز کے بعد ایک شب کو رسولِ مقبول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مرض کی شکایت کرنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جیسا کیا ویسا بھگتو، اتوار کے دن پچھنے کیوں لگوائے تھے ؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) اس حدیث کا راوی ضعیف تھا آپ نے فرمایا کہ ''حدیث تو میری نقل کرتا تھا'' [1] عرض کیا یارسول اللہ ﷺ خطا ہوئی میں توبہ کرتا ہوں، یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور صبح کو آنکھ کھلی تو مرض کا نشان بھی نہ رہا۔

---

[1] یعنی میری طرف منسوب کرنا درجہ موضوعیت میں نہ تھا اور بیان تھا خاصیتِ عمل کا حلال اور حرام کا، پھر عمل کرنا ہی احتیاط کی بات تھی۔ (حضرت تھانوی ؒ)

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''عصر کے بعد سو جانے سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہے'' اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''جس شخص کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو جب تک اس کو درست نہ کرالے تو اُس وقت تک صرف ایک جوتہ پہن کر ہرگز نہ چلے'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ''زچہ کی اوّل خوراک تر کھجور ہونی چاہیے اور اگر یہ نہ ہو تو خشک چھوہارا ہی سہی'' کیونکہ اگر اس سے بہتر کوئی غذا ہوتی تو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے پر بی بی مریم علیہا السلام کو وہی کھلاتا۔

نیز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جب کوئی تمہارے پاس مٹھائی لائے تو اس میں سے کچھ کھالیا کرو اور خوشبو لائے تو لگالیا کرو'' اسی طرح جو کچھ طبیب روحانی فرمادیا کریں اس میں سے مناسبتیں نہ ٹٹولو بے چون و چرا مان لو کیونکہ اِن امور میں بے شمار اسرار اور رموز ہیں جن کی خاصیتیں ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

خاتمہ اور اَورادِ مذکورہ کی ترتیب :

مذکورہ عبادتوں میں بعض عبادتیں جمع ہوسکتی ہیں جیسے نماز، روزہ اور تلاوت کلام اللہ کہ تینوں ایک وقت میں پائی جاسکتی ہیں مثلاً روزہ دار شخص نماز میں قرآن شریف پڑھے تو دیکھو ایک ہی وقت میں تینوں عبادتیں حاصل ہو رہی ہیں اور بعض عبادت دوسری عبادت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ ذکر الٰہی بھی ہو اور تلاوت کلام اللہ بھی ہو یا نماز بھی ہو اور مسلمانوں کے حقوق کی خبر گیری بھی ہو اس لیے مناسب ہے کہ رات دن کے چوبیس گھنٹوں پر ان مختلف عبادتوں کو تقسیم کرلو کیونکہ اوقات کا انضباط (پابند) ہونے سے سہولت بھی ہو جائے گی اور جو عبادت کا مقصود ہے وہ بھی حاصل ہو جائے گا یعنی ذکر الٰہی سے اُنس اور جہان فانی سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جائے گی۔ یاد رکھو کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس عالمِ فانی کے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کرے تاکہ آخرت کی خوبی اس کو حاصل ہو اور چونکہ محبت بغیر معرفت کے ہو نہیں سکتی اس لیے معرفت الٰہی مقدم اور ضروری ہے اور معرفت حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دھیان اور یاد میں مشغول رہو اور چونکہ جتنی بھی عبادتیں ہیں سب دھیان اور یاد ہی کی غرض سے ہیں۔

عبادتوں کے مختلف اقسام ہونے میں حکمت :

اور ان کو مختلف اقسام کا اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ ہر وقت ایک طرز کی عبادت میں مشغول رہنے سے دل گھبرا نہ جائے اور نیز اگر ہر وقت ایک ہی عبادت کی جائے گی تو طبیعت اس کی خوگر (عادی) ہوجائے گی اور عادت ہوجانے کی وجہ سے قلبی اثر ان کا جاتا رہے گا اس لیے ہر عبادت کے لیے جدا وقت تجویز کرلینا ہی ضروری ہے البتہ جو لوگ فنا اور مستغرق (غرق) ہوجائیں اُن کو ترتیب وتقسیم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس مرتبہ میں پہنچ کر ایک ہی عبادت رہ جاتی ہے اور ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغولی ہوتی ہے مگر یہ درجہ ایسا نہیں ہے کہ ہر شخص اس کو حاصل کر سکے اس لیے تمہیں اوقات منضبط کرنے کی نہایت ضرورت ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک یہ عبادت اور اس گھنٹہ سے اس گھنٹہ تک یہ عبادت اور دن کو یہ اور رات کو یہ البتہ اگر علم دین پڑھتے پڑھاتے ہو یا کسی جگہ کے حاکم ہو اور رعایا کی حفاظت میں مشغول ہو تو دن بھر اس میں مشغول رہنا دوسری عبادتوں سے بہتر ہے کیونکہ علم دین ہی کی بدولت حکم الٰہی کی تعظیم حاصل ہوتی ہے اور جو نفع اس تعلیم یا مخلوق کی حفاظت ونگہبانی سے لوگوں کو پہنچتا ہے وہ اصل دین ہے۔

عیالدار شخص اور عالم اور حاکم کے لیے عبادت :

اسی طرح عیالدار آدمی کو محنت مزدوری کرنا اور حلال معاش سے بال بچوں اور متعلقین کا پیٹ بھرنا بھی عبادت بدنی سے افضل ہے مگر ان حالتوں میں بھی ذکر الٰہی سے علیحدگی مت اختیار کرو بلکہ جس طرح کسی حسینہ معشوقہ کا عاشق اپنے معشوق کے سوا جس کام میں بھی مشغول ہوتا ہے بحالتِ مجبوری صرف ہاتھ پاؤں سے مشغول ہوتا ہے اور دل ہر وقت معشوقہ ہی میں پڑا رہتا ہے اس طرح تم بھی جس کام میں چاہے مشغول رہو اور اعضائے بدن سے اُس کو انجام دو مگر دل کو اللہ تعالیٰ ہی کے خیال میں مصروف رکھو۔ (باقی صفحہ ۳۷)

قسط : ۱

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدر الدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ

مسجد کیا ہے ؟

مسجد کیا ہے ؟ دیکھنے میں یہ عجیب سا سوال ہے کیونکہ کم و بیش ہر شخص کو معلوم ہے کہ نماز کے لیے جو جگہ وقف کر دی جاتی ہے وہ ''مسجد'' کہلاتی ہے، آپ سڑک پر چلتے ہوئے کسی بچہ سے بھی پوچھیں کہ مسجد کہاں ہے تو وہ آپ کو بتا دے گا بلکہ ذرا سمجھدار ہوگا تو یہ بھی بتا دے گا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، یہ مکان ایسا ہے جو کسی ایک آدمی کی مِلک نہیں ہوتا نہ اِس کو کسی کی جائیداد قرار دیا جا سکتا ہے اس کا استعمال بھی کوئی فرد یا افراد اپنے لیے مخصوص نہیں کر سکتے، مسجد کا دروازہ ہر مسلمان کے لیے کھلا ہے یہ ایسا گھر ہے جس میں ہر شخص کو مدعو کیا جاتا ہے ایک صلائے عالم ہے، فقہا نے تو اس سلسلے میں یہاں تک کہا ہے کہ بلا شدید ضرورت کے مسجدوں کو تالہ بھی نہ لگایا جائے، مسجد کا دروازہ ہر کلمہ گو کے لیے کھلا رکھا جائے ہر فقیر و امیر، ہر حاکم و محکوم، ہر آقا و خادم، ہر تاجر و مزدور، ہر کالے و گورے، ہر چھوٹے بڑے کو یکساں طور پر اس میں آنے کی اجازت ہے بلکہ سب کو اس کی طرف بلایا جاتا ہے آخر یہ کیسا مکان ہے، یہ کوئی چوپال ہے یا کوئی پبلک پارک ہے جس میں آنے کی ہر ایک کو دعوت دی جاتی ہے، ہرگز نہیں ! یہ ان سب سے برتر مکان ہے جس کی اپنی حیثیت ہے جس کے اپنے ضوابط و قوانین ہیں، انسانی ضابطوں اور قاعدوں سے ممتاز یہ ایسی ذات کا مکان ہے جو سب سے بڑی ہے، ایسے شاہ کا دربار ہے جس کے یہاں سب برابر ہیں، یہاں ہر مسلمان کو بلایا جاتا ہے یہاں عام دعوت ہوتی ہے، اس مکان

میں اللہ کے بندوں کو بُلا کر اللہ کی بہت سی نعمتیں دی جاتی ہیں مگر وہ اِس دنیا کی مادّی لذتوں جیسی فانی اور زائل ہو جانے والی نعمتیں نہیں ہوتیں بلکہ ابدی اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ہیں وہ نعمتیں کہاں ہیں ؟ کہاں سے آتی ہیں ؟ اُن کا خزانہ کہاں ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا ؟ وہ نعمتیں روحانی ہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں جیسا آپ احادیث میں پڑھیں گے وہ خزانۂ الٰہی سے دی جاتی ہیں، وہ ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں، وہ ایسا ذخیرہ ہے جس میں کبھی کمی نہیں ہوتی جس پر دنیا کے مادّی مؤثرات اپنا اثر نہیں ڈال سکتے، اس بات کو ذرا تفصیل سے سمجھئے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اس دنیا میں انوار و انعامات کا ایک بہت بڑا مرکز بنایا اور انسانوں کے فائدے کے لیے سب سے پہلے اس دنیا میں جو گھر بنوایا اُس کے لیے اللہ جل شانہٗ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین منتخب فرمائی اور وہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں اپنا ایک گھر بنوایا یہی وہ گھر ہے جس کو ''بیت اللہ'' کہتے ہیں یہی وہ مرکز ہے جس کی طرف ہم منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ساری دنیا کے مسلمان اسی کا حج کرنے جاتے ہیں۔

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ (اٰلِ عمران : ۹۶)

''یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے وہ بہت برکت والا ہے اور دنیا بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔''

یہی وہ مسجدِ حرام ہے جہاں نمازوں کا ثواب سب سے زیادہ ہے اسی مسجد کو ''اُم المساجد'' یعنی مسجدوں کی ماں کہا جاتا ہے، اب جہاں کہیں بھی مسجد بنائی جاتی ہے وہ اسی ماں کی بیٹی ہے اسی کا پرتو ہے تمام دنیا کی مسجدوں کا اس اُم المساجد سے ایسا رشتہ ہے جس کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں ہمارے ہاتھ اس کو نہیں چھو سکتے لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہماری دلوں کی آنکھیں کھول دے تو ہم اس رشتے کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں، مسجد جہاں بھی کہیں ہو اُس کا تعلق اس اصل مرکزِ انوار سے ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمینیں جاتی رہیں گی سوائے مساجد کے کہ وہ سب آپس میں مل جائیں گی اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گی (اور بظاہر یہ سب کعبہ مکرمہ اور مسجدِ حرام کے ساتھ ہی جمع کر دی جائیں گی)۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد اسی طرح انوار سے بھری ہوئی ہے جس طرح آج کل ہر ریڈیو اور ٹرانسسٹر آواز سے بھرے ہوئے ہیں کہ بٹن دبایئے اور آواز سن لیجئے بالکل اسی طرح مسجد میں اس کے پورے آداب واحترام کے ساتھ آجایئے اور وہاں ذکر و تعلیم اسی طرح کیجئے جس طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے تو ریڈیو کی آواز کی طرح مسجدوں میں آپ کے لیے انوارِ الٰہی و برکات کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جس طرح ریڈیو سے ہم بلا بٹن دبائے آواز نہیں سن سکتے اسی طرح مسجد کے انوار سے بھی بلا عمل کا بٹن دبائے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

مسجد کا مقصد اور اُس کی اہمیت :

دینِ اسلام کی بنیاد جن چیزوں پر ہے اُن میں سب سے پہلی اور اہم چیز کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے یعنی خدا کی وحدانیت اُس کی عظمت کا اعتراف اُس پر یقین و ایمان اور اُس کے بھیجے ہوئے رسول حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنا اور اُن کے لائے ہوئے پیغامِ حق کے ہر ہر جزو کو صحیح و صادق ماننا ہے، توحید و رسالت کا اقرار ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر اسلام کی ساری عمارت تعمیر ہوتی ہے، کوئی عبادت کوئی عملِ خیر اگر اِس اساس پر نہیں ہے تو وہ اسلامی نہیں ہے۔

اس بنیاد کے بعد نماز کا نمبر آتا ہے، تمام عبادتوں میں پہلا نمبر نماز کا ہے، نماز کی تاکید اور اس کے چھوڑنے پر بے شمار وعیدیں حدیث میں آئی ہیں، نماز ہماری زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے متعلق ہے جہاں ہر شخص پر انفرادی طور پر نماز فرض ہے وہاں اجتماعی طور پر بھی ہم پر نماز فرض ہے بلکہ فرائض تو ہیں ہی اجتماعی اور بعض قسمیں تو ایسی ہیں جیسے جمعہ وعیدین وغیرہ جو اِنفرادی طریقہ پر ادا ہی نہیں ہوسکتیں، نماز کو اجتماعی طریقہ پر ادا کرنے کے لیے مسجدیں تعمیر کی جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے نہ صرف ہم کو دینِ حق دیا بلکہ اس پر عمل کرنے کے لیے ایسے طریقے بھی بتائے جن کو اختیار کر کے ہمارے لیے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہم کو صاف نظر آئے گا کہ دین کا ہر ہر جزو حکیمِ مطلق نے اس طرح ایک دوسرے جوڑا ہے کہ اگر کسی جگہ سے کوئی اینٹ بھی نکال دی جائے تو اُس کا اثر پوری عمارت پر پڑنا

لازمی ہے، اگرچہ ہمارے لیے اس حکیم مطلق کی تمام مصلحتیں سمجھنا ناممکن ہے لیکن جو فوائد ہم کو اپنی زندگی میں نظر آتے ہیں وہ ہی کم نہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات جن کے اِس دنیا اور آنے والی زندگی میں وعدے ہیں وہ اِس کے علاوہ ہیں، آیئے ہم ذرا مسجد پر نظر ڈالیں کہ اگر ہم اس کا صحیح استعمال کریں اس کی وہی اہمیت سمجھیں جو دین ہم کو بتاتا ہے اس کی وہی تعظیم و توقیر کریں جس کا حکم دیا گیا ہے تو ہماری زندگی پر اِس کا کیا اثر پڑتا ہے۔

انسان اس دنیا میں مختلف طبقوں قوموں میں تقسیم ہو گیا ہے، یہ تقسیم صرف براعظموں کے اعتبار سے ہی نہیں ہے بلکہ بہت دور تک جاری ہے، ہر براعظم ملکوں میں تقسیم ہے، ہر ملک صوبوں میں، ہر صوبہ ضلعوں میں، ہر ضلع قصبات اور شہروں میں، ہر شہر و قصبہ مختلف محلوں میں اور ہر محلّہ میں مختلف قسم کے افراد ہیں ایک ہی محلّہ میں کچھ تاجر بستے ہیں کچھ صناع و دستکار ہیں کچھ سرکاری ملازم ہیں کچھ حاکم ہیں تو کچھ ملازم، پھر ان طبقوں میں ہر ہر طبقہ کی مختلف قسموں میں تقسیم ہے بلکہ ایک گھر کے افراد بھی مختلف ہوں گے ہر شخص کے فکر و عمل پر اُس کی زندگی کا ماحول اثر ڈالتا ہے، وہ جس قسم کی فضا میں رہتا ہے اسی کے متعلق سوچتا ہے اسی ماحول کے مسائل اُس کے سامنے ہوتے ہیں ان ہی تاثرات میں اس کی پرورش ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک ہی جگہ مختلف قسم کے افراد ظاہری طور پر اجتماعی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں وہ ظاہری زندگی میں گو بظاہر ایک ہی طبقہ کے افراد معلوم ہوتے ہیں مگر فکری اور ذہنی طور پر ایک دوسرے سے بالکل غیر متعلق ہیں اور یہ طرزِ زندگی نہ صرف آہستہ آہستہ ان کی معاشرت پر اثر انداز ہوتا ہے اور مختلف قسم کی خرابیوں کو لاتا ہے بلکہ ان کی روحانی زندگی کو بری طرح کھوکھلا کرتا رہتا ہے ان میں نخوت و تکبر اور خود غرضی پیدا کر دیتا ہے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک ہی انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ایک ہی خالق کی مخلوق ہیں، ان میں اور دوسرے انسانوں میں کوئی فرق نہیں جس طرح وہ کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہیں جس طرح وہ سوتے جاگتے ہیں اسی طرح دوسرے بھی سوتے جاگتے ہیں، جو انسانی جذبات وہ محسوس کرتے ہیں وہی جذبات اس دنیا کا بسنے والا ہر انسان محسوس کرتا ہے، سب کا خالق ایک ہے سب کا معبود ایک ہے سب

ایک ہی آقا کے بندے ہیں، تقسیم جو اُن کو ظاہری طور پر نظر آرہی ہے حقیقی تسلیم نہیں ہے بلکہ جس طرح کسی مشین کا ہر ہر پرزہ اپنی جگہ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مربوط ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

یہ عزلت انسان کے دماغ سے اُس وقت تک نہیں نکالی جاسکتی جب تک اس کو ماحول کے ان اثرات سے نہ ہٹایا جائے جو اس کے فکر و عقل کو ایک خاص سانچے میں ڈھال رہے ہیں بظاہر یکجا رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دور ہوتے جارہے ہیں، انسان کو عملی طریقہ پر یہ بتانا ضروری ہے کہ سب کا خدا ایک ہے، سب اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں یہ زندگی بالکل عارضی ہے چند روز کے لیے اس معبودِ حقیقی نے اس کو اِس دنیا میں بھیج دیا ہے۔

اسلام نے ایمان کے اس سبق کو ہر وقت یاد رکھنے کے لیے نماز کی ایک اجتماعی شکل دے کر ہر مومن کو مسجد کی طرف بلایا، ہر مومن کو خواہ وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو حاکم ہو، محکوم ہو، آقا ہو یا خادم سب کو مسجد میں بلایا، ان سے کہا کہ سب مسجد میں آؤ مسجد اللہ کا گھر ہے، یہ کسی کی ذاتی مِلک نہیں ہے اس پر کسی کا اختیار نہیں ہے یہاں اس کا دربار ہے جو تمہاری ظاہری برتری و کمتری سے متاثر نہیں ہوتا وہ تمہارے قلوب کو جانتا ہے تمہاری نیتوں کو جانتا ہے تم میں سے ہر شخص اُس کے سامنے جوابدہ ہے وہی تم کو تمہارے اچھے کاموں کے بدلے میں انعامات سے نوازتا ہے اور برے کاموں کی پاداش میں تم پر بلائیں مسلط کرسکتا ہے۔

اللہ کے گھر میں اللہ کے داعی مؤذن کی آواز سن کر آدمی اُس طرف یہ سمجھ کر چلتا ہے کہ میں اُس ذاتِ برحق کے دربار میں جارہا ہوں جو سب سے برتر ہے اُس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے، پورے پورے آداب کے ساتھ پورے پورے احترام کے ساتھ پورے پورے خوف واُمید کے ساتھ دربارِ خداوندی میں آتا ہے یہاں آکر اُس کے بتائے ہوئے دُنیوی اختیار سب ختم ہوجاتے ہیں اس کا ذہن وفکر جن اُمور و مسائل کے گرد گھوم رہا تھا اُن کو چھوڑ کر ایک خالص روحانی ماحول میں آجاتا ہے جہاں سکون ہی سکون ہے راحت ہی راحت ہے، یہ دہرانے کی بظاہر ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ یہ

اثرات اُس کے انفرادی طور پر نماز ادا کرنے سے ہرگز نہیں ہو سکتے، اگر اس نے دوکان پر نماز پڑھی تو اُس کا خیال گاہک میں ہوگا کارخانے میں نماز پڑھی تو اس کا خیال مشین میں اُلجھا رہے گا لیکن جب مسجد میں آکر نماز پڑھی تو صرف خدا کی طرف دھیان رہے گا۔

اسی لیے مسجد میں جانے کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اُس کے دل کی صدا یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ ! تو جانتا ہے میں تیرے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں مجھے دکھاوے سے شہرتِ دریا سے بچانا، میری غرض صرف تیری ناراضگی سے بچنا تجھے راضی کرنا ہے، میری دعا سن لے، میرے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں نارِ جہنم سے بچا، جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو کہتا ہے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاغْفِرْلِیْ ''اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کشادہ فرما اور میری مغفرت فرما'' پھر اللہ کے گھر سے نمازی سکون و عافیت کی فضا سے فائدہ اُٹھا کر باہر نکلتا ہے تو اُس کے دل سے نکلتا ہے اے اللہ ! میں نے تیرا حکم جیسا مجھ سے ممکن ہو سکا پورا کر دیا اب تو مجھ پر فضل فرما، میرے رزق میں وسعت عطا فرما اور نکلتے ہوئے دعا مانگتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ''اے اللہ ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں''

مسجد میں پہنچ کر اپنے تمام خارجی چولوں کو اُتار دیتا ہے اُس کے ذہن کو اپنی حقیقی حقیقت سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور اِسی ادراک پر اللہ کے دینی و دنیوی انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

بقیہ : تبلیغ دین

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ ہاتھ سے کسب کرتے اور محنت مزدوری سے مال حاصل کیا کرتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تین چیزیں مرحمت ہوئی ہیں یعنی ہاتھ، زبان اور قلب، سو اِن میں سے ہاتھ تو کسبِ معاش کے لیے ہے اور زبان مخلوق کے واسطے ہے تاکہ پڑھائیں اور سمجھائیں اور باتیں کریں اور قلب دنیا کے کسی بھی شخص کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف اللہ جل شانہ کے لیے ہے کہ ہر وقت اس کے حضور میں حاضر رہے۔ اعمالِ ظاہرہ کا بیان ختم ہوا عمل کرنے والوں کے لیے انشا اللہ یہی کافی ہے اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔ (جاری ہے)

قسط : ۲

دل کی حفاظت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، انڈیا ﴾

جود و سخا :

سخاوت اللہ تعالیٰ کی نہایت پسندیدہ صفت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (سُورة الحشر : ۱۹)

''اور جو بچایا گیا اپنے جی کی لالچ (حرص و بخل) سے سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے''

اور ایک روایت میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

خُلُقَانِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ وَخُلُقَانِ يُبْغِضُهُمَا اللّٰهُ اَمَّا اللَّذَانِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ فَالسَّخَاءُ وَالسَّمَاحَةُ وَاَمَّا اللَّذَانِ يُبْغَضَانِ فَسُوْءُ الْخُلُقِ وَالْبُخْلُ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ عَلٰى قَضَاءِ حَوَائِجِ النَّاسِ. (شعب الایمان ج ۷ ص ۴۳۶)

''دو عادتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اُسے دو عادتیں ناپسند ہیں پس جو دو عادتیں پسند ہیں وہ سخاوت اور خوش اخلاقی ہیں اور ناپسندیدہ عادتیں بد خلقی اور کنجوسی ہیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے کام میں لگا دیتا ہے۔''

حضرت حسن بصریؒ سے ایک مرسل روایت مروی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے :

اِنَّ بُدَلَاءَ اُمَّتِىْ لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلٰوتِهِمْ وَلَا صِيَامِهِمْ وَلٰكِنْ دَخَلُوْهَا بِسَلَامَةِ صُدُوْرِهِمْ وَسَخَاوَةِ اَنْفُسِهِمْ. (شعب الایمان ج ۷ ص ۴۳۹)

''میری اُمت کے ابدال (نیک لوگ) اپنی نماز روزہ کی زیادتی سے نہیں بلکہ اپنے دلوں کی صفائی اور صفتِ سخاوت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : ''دنیا میں لوگوں کے سردار سخی لوگ ہیں اور آخرت میں لوگوں کے سردار متقی لوگ ہیں۔'' ۱

اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے صفتِ سخاوت پر غور کیا تو اس کی اصل یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خوش گمانی رکھی جائے کہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہ کرے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴾ ''اور جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ اُس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر ہے روزی دینے والا'' اس کے برخلاف بخل اور کنجوسی کی اصل یہ معلوم ہوئی کہ اس کا مرتکب نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ سے یہ بدگمانی رکھتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا نہ کرے گا۔ ۲

آنحضرت ﷺ کی سخاوت :

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا سرورِ کائنات فخر دو عالم ﷺ کو جہاں دیگر کمالات اور اوصافِ حمیدہ سے سرفراز فرمایا تھا وہیں صفتِ سخاوت میں بھی آپ اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، حضراتِ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ جود و سخا والے تھے اور رمضان المبارک میں تو تیز رفتار ہوا کی طرح آپ سے صفتِ سخاوت کا ظہور ہوتا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی سائل کو محروم نہیں فرمایا ۳ آپ کی سخاوت مبارکہ کا کچھ انداز درجِ ذیل واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

اپنی چادر سائل کو دے دی :

(۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے اور اسے میں آپ کی خدمت میں لائی ہوں تاکہ آپ اسے زیبِ تن فرمالیں۔

---

۱ الترغیب والترہیب للیافعی ص ۸۴ ۲ ایضاً ۸۵ ۳ بخاری شریف ج ۲ ص ۸۹۲

آنحضرت ﷺ نے بہت شوق سے وہ چادر قبول فرمائی پھر اُسی چادر کو اِزار کی جگہ پہن کر مجمع میں تشریف لائے ، اُسی وقت ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے درخواست کی کہ حضرت ! یہ چادر مجھے عنایت فرمادیں یہ تو بہت عمدہ ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا بہت اچھا پھر کچھ دیر تشریف رکھنے کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے اور دوسرا اِزار بدل کر وہ چادر سوال کرنے والے کو بھجوادی، یہ ماجرا دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے ان صحابی پر نکیر کی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ پیغمبر علیہ السلام کسی سائل کو رد نہیں فرماتے تو تم نے یہ چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، اُنہوں نے جواب دیا کہ ''میں نے تو اپنے کفن میں استعمال کرنے کے لیے یہ درخواست پیش کی تھی'' حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ واقعی ایسا ہی ہوا، جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو اِسی چادر میں کفن دیا گیا۔[۱]

دیہاتیوں کی بے ادبیوں کا تحمل :

(۲) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپسی کے وقت دیہاتی لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے مانگنا شروع کیا اور آپ کو گھیر لیا تا آنکہ آپ ایک بڑے درخت کے نیچے پہنچ گئے اور آپ کی چادر مبارک بھی اس میں اُلجھ گئی، اُس وقت آنحضرت ﷺ نے ان دیہاتیوں سے فرمایا کہ لاؤ میری چادر واپس کرو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر ان کنکریوں کی تعداد کے برابر بھی اُونٹ ہوں گے تو میں انہیں تمہارے درمیان تقسیم کر ڈالوں گا اور تم مجھے جھوٹا، بزدل یا بخیل نہ پاؤ گے۔ (مکارم الاخلاق ص ۲۴۶)

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں آنحضرت ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ مسجد کے دروازہ سے ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تشریف لائے، اچانک پیچھے سے ایک دیہاتی نے آپ کی چادر مبارک کے کونے کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچنا شروع کیا تا آنکہ آنحضرت ﷺ اس دیہاتی کے سینے کے قریب ہوگئے پھر دیہاتی آپ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا

---

[۱] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۰، ۳۸۱ و ج ۲ ص ۸۶۴، ۸۹۲

کہ ''اے محمد (ﷺ) ! آپ کے پاس جو مال ہے اُس میں سے مجھے عطا کرنے کا حکم دیجئے'' یہ سن کر آنحضرت ﷺ مسکرائے اور اُسے کچھ مال دینے کا حکم فرمایا۔ (مکارم الاخلاق ص ۲۴۷)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں ہمارے پاس آکر گفتگو فرماتے تھے ایک مرتبہ تشریف لائے گفتگو فرمائی پھر آپ اُٹھ کر حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جانے لگے آپ نے ایک سخت کنارے والی چادر زیبِ تن فرما رکھی تھی اسی دوران ایک دیہاتی شخص نے آپ کی چادر پکڑ کر اِس زور سے کھینچی کہ آنحضرت ﷺ کی گردن مبارک چادر کی رگڑ سے سرخ ہوگئی، پھر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) ! یہ میرے دو اُونٹ ہیں اِن میں سے ایک پر کھجور اور ایک میں جو لادنے کا حکم دیجیے اس لیے کہ آپ اپنے یا اپنے والد کے مال میں سے نہ دیں گے (بلکہ بیت المال سے دیں گے)، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ '' جب تک تم میرے ساتھ کی گئی حرکت کا فدیہ نہ دو گے میں تمہیں کچھ نہ دوں گا'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جب دیہاتی کا یہ گستاخانہ عمل دیکھا تو ہم اسے سزا دینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ خبردار کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اُٹھے چنانچہ ہم ایسے رُک گئے گویا کہ ہمیں رسیوں سے باندھ دیا گیا ہو پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ اِس دیہاتی کو ایک اُونٹ پر کھجور اور ایک پر جو بھروا دو اور اِس نے جو ہمارے ساتھ کیا وہ ہم معاف کرتے ہیں۔ (مکارم الاخلاق ص ۲۴۸)

سائل کے لیے قرض لینا :

(۵) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ اِس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن تم میری ذمہ داری پر کوئی چیز خرید لو جب میرے پاس وسعت ہوگی تو میں ادا کردوں گا، یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) آپ نے اس شخص کو یہ موقع دے دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا، حضرت عمرؓ کی یہ بات آنحضرت ﷺ کو اچھی نہیں لگی، پھر ایک انصاری شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ خرچ کیجیے اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ مت کیجئے، انصاری

کی بات سن کر پیغمبر علیہ الصلٰوۃ والسلام مسکرا اُٹھے اور آپ کے چہرۂ انور پر بشاشت پھیل گئی اور فرمایا کہ مجھے اِسی کا حکم دیا گیا ہے۔(مکارم الاخلاق ص ۲۵۴)

ایک کوڑے کے بدلے اَسی بکریاں :

(۶) حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی جو غزوۂ حنین میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اُنہوں نے بیان کیا کہ میں اپنی اُونٹنی پر سوار تھا اور میرے پیر میں ایک سخت جوتا تھا میری اُونٹنی حضور اکرم ﷺ کے قریب چل رہی تھی کہ اچانک بھیڑ کی وجہ سے اتنی قریب پہنچ گئی کہ میرے جوتے کا کنارہ آنحضرت ﷺ کی پنڈلی میں لگ گیا جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے میرے پیر کو کوڑا مارا، فرمایا کہ تم نے مجھے تکلیف پہنچائی پیچھے ہو جاؤ، وہ صحابی فرماتے ہیں پھر میں چلا گیا، اگلے دن معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ مجھے تلاش کروا رہے ہیں تو میرے دل میں احساس ہوا کہ شاید آپ کے پیر کو تکلیف پہنچانے کا قصہ ہے چنانچہ میں ڈرتے ڈرتے حاضر ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو تکلیف پہنچائی تھی جس کی وجہ سے میں نے تمہارے قدم پر کوڑا مارا تھا اب میں نے تمہیں اس کا بدلہ دینے کے لیے بلایا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اُس ایک کوڑے کی ضرب کے بدلے میں اَسی بکریاں عنایت فرمائیں۔(مکارم الاخلاق ص ۲۶۲)

بے حساب بکریاں عطا فرمائیں :

(۷) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور جب بھی آپ سے کوئی چیز مانگی گئی تو آپ نے منع نہیں فرمایا، ایک مرتبہ ایک شخص مانگنے کے لیے آیا تو آپ نے اُس کو اتنی بکریاں دینے کا حکم فرمایا جو دو پہاڑیوں کے درمیان سما جائیں تو اُس شخص نے اپنی قوم میں جا کر یہ کہا کہ اے لوگو ! اسلام لے آؤ اس لیے کہ محمد ﷺ ایسی بخشش عطا فرماتے ہیں کہ جس کے بعد کسی فقر و فاقہ کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔[۱] (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

[۱] مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۳ ، الترغیب والترہیب للیافعی ص ۸۷

بدشگونی اور اِسلامی نقطۂ نظر

﴿ حضرت مولانا مفتی رفیع الدین حنیف صاحب قاسمی ﴾

''اسلام'' حقائق، صداقتوں اور سچائیوں پر مشتمل دین ہے ،توہمات وخرافات، دُور از کار باتوں، خیالی وتصوراتی دُنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں، یہ بدشگونی و بدگمانی اور مختلف چیزوں کی نحوست کے تصور واعتقاد کی بالکل نفی کرتا ہے، اسلام دراصل ایک اکیلے واحد و یکتا اور ایسی قادرِ مطلق ذات پر یقین واِعتقاد کی تعلیم دیتا ہے جس کے تنہا قبضۂ قدرت اور اُسی کی تنہا ذات کے ساتھ اچھی و بری تقدیر وابستہ ہے، آدمی کی اپنی تدبیریں محض اسباب کے درجے میں ہوتی ہیں، ان سے ہوتا کچھ نہیں، سب کا سب اُس ایک اکیلے اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے یہی وہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس سے شرک وکفر، اوہام وخرافات اور خیالی وتصوراتی دُنیا کی بہت ساری بداِعتقادیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

آج کل کی مشکل اور دُشوار گزار زندگی میں غیروں کو تو چھوڑیے جن کے مذہب کی بنیاد ہی اوہام وخرافات پر ہوتی ہے، دیو مالائی کہانیاں اور عجیب وغریب قصے جس کا جزوِ لازم ہوتے ہیں، غیروں کے ساتھ طویل بود و باش اور رہن سہن کے نتیجے میں خود مسلمانوں میں بھی دنوں، مہینوں، جگہوں، چیزوں اور مختلف رسوم ورواج کی عدم ادائیگی کی شکل میں بے شمار توہمات در آئے ہیں کہ فلاں دن اور فلاں مہینہ منحوس ہوتا ہے، فلاں رُخ پر گھر بنانے یا جائے وقوع یا سمت اور رُخ کے اِعتبار سے سعد ونحس کا اِعتقاد کیا جاتا ہے، مختلف تقریبات بلکہ بچے کی پیدائش سے لے کر اُس کے رشتۂ اَزواج کے بندھن میں بندھ جانے، اُس کے صاحبِ اولاد ہونے پھر اُس کے عمر کے آخری مراحل سے گزر کر اُس کے موت کے منہ میں چلے جانے بلکہ اُس کے مرنے کے بعد اُس کے دفنانے بلکہ اُس کے بعد بھی مختلف رسوم و رواج کا سلسلہ چلتا رہتا ہے جس کی عدم اَدائیگی کو نحوست کا باعث گردانا جاتا ہے، ان بے جا تصورات وخیالی توہمات کے ذریعے جانی، مالی، وقتی ہر طرح کی قربانیاں دے کر اپنے آپ کو

گراں بار کیا جاتا ہے، الغرض لوگوں نے ان توہمات و خرافات کی شکل میں زندگی کے مختلف گوشوں میں اس قدر بکھیڑے کھڑے کر دیئے ہیں کہ شمار و اِحصاء سے باہر، سچ کہا ہے شاعر مشرق علامہ اقبال ؒ نے :

وہ اِک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جہاں ہم نے ایک اکیلے، واحد و تنہا اور قادرِ مطلق ذات کو حقیقی معبود و مسجود اور اُس کی بارگاہ کی حاضری اور اُس کے سامنے جبینِ نیاز خم کرنا چھوڑ دیا، اُسی کی ذات کے ساتھ نفع و نقصان کی وابستگی کے اعتقاد کو پس پشت ڈال دیا، عجیب بھول بھلیوں میں گم ہو گئے، مختلف پتھروں مورتیوں رسموں رواجوں مختلف اوقات و گھڑیوں اور مہینوں و ایام سے اپنی تقدیر وابستہ کر بیٹھے اور اپنی منفعت و مضرت کو اُن سے منسوب کر دیا، ایک اکیلے اللہ کو راضی کرنا کتنا آسان تھا، اِس سے بڑھ کر بے زبان، بے عقل جانور، کتے، بلیوں، طوطوں، اُلوؤں اور کوؤں تک سے اپنے نفع و نقصان کا اِعتقاد یہ کس قدر نادانی اور بچکانی اور گئی گزری ہوئی حرکت ہو سکتی ہے، اگر ہم ایک اکیلے اللہ کو حقیقی نافع و ضار سمجھ کر اُس سے اپنی تقدیر کا بننا و بگڑنا وابستہ کرتے اور اُسی یکتا و تنہا ذات کو اپنی مقدس پیشانی کو جھکانے کے لیے چن لیتے تو آج کا یہ اِنسان اس قدر حیران و سرگرداں نہ ہوتا کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے بچ جاتا

زمانۂ جاہلیت کی بدشگونیاں :

زمانۂ جاہلیت میں بھی اسلام کی آمد سے قبل لوگوں میں مختلف چیزوں سے شگون لینے کا رواج تھا :

(۱) ایک طریقہ یہ تھا کہ خانۂ کعبہ میں تیر رکھے ہوئے ہوتے جن میں سے کچھ پر ''لا'' لکھا ہوتا یعنی یہ کام کرنا درست نہیں اور بعض میں ''نعم'' لکھا ہوتا یعنی یہ کام کرنا درست ہے، وہ اس سے فال نکالتے اور اُسی کے مطابق عمل کرتے یا جب کسی کام سے نکلنا ہوتا درخت پر بیٹھے ہوئے کسی پرندے کو اُڑا کر دیکھتے کہ یہ جانور کس سمت اُڑا، اگر دائیں جانب کو اُڑ گیا تو اُسے مبارک اور سعد جانتے تھے کہ جس کام کے لیے ہم نکلے ہیں وہ کام ہو جائے گا اور اگر بائیں جانب کو اُڑ گیا تو اس کو منحوس اور نامبارک سمجھتے، حضور اکرم ﷺ نے ان سب چیزوں کی نفی فرما دی اور فرمایا : اَقِرُّوا الطُّیُوْرَ عَلٰی مَکَانَتِھَا

پرندوں کو اپنی جگہ بیٹھے رہنے دو، اِن کو خواہ مخواہ اُڑا کر فال نہ لو، اِس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مختلف اِعتقاداتِ بد اور زمانۂ جاہلیت کے مختلف توہمات اور بدشگونیوں کا رَد فرمایا دیا ہے۔

(۲) اور فرمایا : لَا عَدْوٰی تعدیہ کوئی چیز نہیں ہوتی، یعنی زمانۂ جاہلیت کا ایک تصور یہ بھی تھا کہ بیماریاں ایک دُوسرے کو متعدی ہوتی ہیں، ایک دُوسرے کو منتقل ہوتی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے اس اِعتقادِ بد کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ تعدیہ کوئی چیز نہیں ہے، اس تعدیہ کے متعلق ایک دیہاتی نے جب آنحضرت ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اُونٹ ریتیلے علاقوں میں بالکل ہرنوں کے مانند تیز وطرار ہوتے ہیں کہ کوئی عارضہ یا کوئی بیماری اُنہیں نہیں ہوتی اُن میں ایک خارش زدہ اُونٹ آکر گھل مِل جاتا ہے وہ سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے، یہ تو تعدیہ ہوا، اِس پر آپ نے فرمایا فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ پہلے اُونٹ کو خارش کہاں سے ہوئی ؟ یعنی جب پہلے اُونٹ کی خارش من جانب اللہ ہے تو اِن تمام کا خارش زدہ ہونا بھی اُسی کی جانب سے ہے۔ [2]

(۳) اور فرمایا وَلَا هَامَةَ ہامہ بھی کوئی چیز نہیں ہے، ''ہامہ'' کہتے ہیں ''اُلو'' کو، اہلِ عرب کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ مردار کی ہڈیاں جب بالکل بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں تو وہ ''اُلو'' کی شکل اختیار کر کے باہر نکل آتی ہیں اور جب تک قاتل سے بدلہ نہیں لیا جاتا اُس کے گھر پر اُس کی آمد و رفت برقرار رہتی ہے، زمانۂ جاہلیت کی طرح موجودہ دور میں بھی ''اُلو'' کو منحوس پرندہ تصور کیا جاتا ہے، اِس کے گھر پر بیٹھنے کو مصائب کی آمد کا اعلان تصور کیا جاتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے ان تمام اِعتقادات اور توہمات کا اِنکار کردیا [3] اِس طرح کے بعض ملتے جلتے اِعتقادات آج بھی پائے جاتے ہیں کہ شبِ معراج، شب براءت اور شبِ قدر اور عید وغیرہ میں رُوحیں اپنے گھر آتی ہیں، یہ سب توہمات ہیں۔

(۴) اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا وَلَا غَوْلَ بھوت پریت کا کوئی وجود نہیں، یعنی اہلِ عرب کا یہ تصور بھی تھا کہ جنگلوں اور بیابانوں میں اِنسان کو بھوت پریت نظر آتے ہیں جو مختلف شکلیں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح [2] بخاری شریف کتاب الطب رقم الحدیث ۵۷۱۷ [3] مرقاۃ المفاتیح

دھارتے رہتے ہیں اور لوگوں کو گم کردہ راہ کردیتے ہیں اور اُن کو بسا اَوقات جان سے بھی مار دیتے ہیں، اِس طرح کے اِعتقادات اِس دور میں دیہاتوں وغیرہ میں بہت پائے جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سب خرافات کا اِنکار کردیا۔[1]

(۵) اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا : وَلَا نَوْءَ ایک ستارے کا غروب ہونا اور دُوسرے کا طلوع ہونا یا چاند کی مختلف منزلیں مراد ہیں، اہلِ عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ بارش کو چاند کے مختلف برج یا منازل کے ساتھ منسوب کرتے تھے، چاند کے فلاں برج یا منزل میں ہونے سے بارش ہوتی ہے یا فلاں ستارے کے طلوع ہونے یا غروب ہونے سے بارش ہوتی ہے یعنی وہ بارش کی نسبت بجائے اللہ کے ان ستاروں کی جانب کردیتے تھے، آپ نے اس کا اِنکار فرمادیا۔[2]

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ایک دفعہ فجر کی نماز پڑھائی فجر سے پہلے بارش ہوچکی تھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا :

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا : تو اُن لوگوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا کہ ''اللہ عزوجل نے فرمایا : میرے بندوں میں سے کچھ نے تو حالت ِ اِیمان میں صبح کی اور کچھ نے کفروشرک کی حالت میں صبح کی، جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر اِیمان لائے اور اُنہوں نے ستاروں کا اِنکار کیا اور جنہوں نے یہ کہا کہ فلاں ستارے کے فلاں برج میں ہونے سے بارش ہوئی تو اُس نے میرا اِنکار کیا اور ستاروں کے ساتھ اپنا ایمان وابستہ کیا وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَ کَذَا فَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ''[3]

ستاروں اور سیاروں کی گردش اور اُن کا طلوع و غروب ہونا بارش ہونے یا نہ ہونے کا ایک ظاہری سبب تو ہوسکتے ہیں لیکن مؤثر حقیقی ہرگز نہیں ہوسکتے، مؤثر حقیقی اور قادرِ مطلق محض اللہ جل شانہٗ کی ذات ہے۔[4]

---

[1] اشعةُ اللمعات [2] ابو داؤد : ۳۹۱۲ [3] مسلم شریف : ۱۲۵ [4] معارف القرآن

عصرِ حاضر کی بدشگونیاں اور توہمات :

یہ زمانۂ جاہلیت میں بدفالی اور توہم پرستی کا ذکر تھا، عرب کے جاہلوں کی طرح آج کل بھی نام نہاد مسلمان طرح طرح کی بدگمانیوں اور بدشگونیوں میں مبتلا ہیں، خوصًا عورتوں میں اِس قسم کی باتیں مشہور ہیں، اگر کوئی شخص کام کو نکلا اور بلی یا عورت سامنے سے گزر گئی یا کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ کام نہیں ہوگا، جوتی پر جوتی چڑ گئی تو کہتے ہیں کہ سفر درپیش ہوگا، آنکھ پھڑکنے لگی تو فلاں بات ہوگئی، گھر پر کوے کی چیخ و پکار کو مہمان کی آمد کا اِعلان اور اُلو کی آمد کو نقصان کا باعث تصور کیا جاتا ہے، ہچکیوں کے آنے پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی قریبی عزیز نے یاد کرلیا، یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے سفر درپیش ہوتا ہے، اِس طرح روزمرہ کی زندگی میں بے شمار تصورات و خیالات ہیں جو رات دِن لوگوں سے سننے میں آتے ہیں، عجیب توہم پرستی کی دُنیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا صاف اور واضح اِرشاد ہے اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ [1] بدشگونی لینا شرک ہے

آج کل جانوروں سے بھی قسمت کے اَحوال بتائے جاتے ہیں، بہت سے لوگ لفافوں میں کاغذ بھرے ہوئے کسی چالو روڈ یا گاؤں اور دیہاتوں میں نظر آتے ہیں، طوطا یا مینا یا کوئی اور چڑیا پنجرے میں بند رکھتے ہیں اور گزرنے والے جاہل اُن سے پوچھتے ہیں کہ آئندہ ہم کس حال سے گزریں گے اور ہمارا فلاں کام ہوگا یا نہیں ؟ اِس پر جانور رکھنے والا آدمی پرندے کے منہ میں کوئی دانہ وغیرہ دیتا ہے اور وہ پرندہ کوئی بھی لفافہ کھینچ کر لاتا ہے پرندہ والا آدمی اُس میں سے کاغذ نکال کر پڑھتا ہے اور دریافت کرنے والے کی قسمت کا فیصلہ سناتا ہے، یا آج کل بہت سارے رسالے اور میگزین نکلتے ہیں جس میں حروفِ تہجی کے اِعتبار سے ''الف'' سے لے کر ''ی'' تک تمام حروف خانوں میں لکھے ہوتے ہیں جس حروف سے نام شروع ہوتا ہے نیچے تمام حروف کے اِعتبار سے اُس کے اَحوالِ زندگی اچھی یا بری تقدیر لکھی ہوتی ہے، اُس کو پڑھ کر اَحوال اور آئندہ پیش آنے والی خوشی و مسرت کی گھڑیوں یا مصائب کے لمحوں کو معلوم کیا جاتا ہے، یا خانوں میں مختلف حروف یا ستاروں کے نام لکھے ہوتے ہیں

[1] ابوداؤد شریف رقم الحدیث ۳۵۴

آنکھ بند کر کے اُن پر اُنگلی رکھنے کو کہا جاتا ہے جس پر اُنگلی پڑتی ہے اُس کے اِعتبار سے نیچے اُس حرف کے سامنے لکھی ہوئی پیشین گوئیاں پڑھ کر اپنے اَحوال معلوم کرتے ہیں، یہ سب سراسر جہالت اور گمراہی ہے بلکہ آج کے مشینی دور میں قسمت کے اَحوال جاننے کے لیے مشین بھی تیار ہوگئی ہے، بس اَڈوں، ریلوے اسٹیشنوں پر دیکھا ہے کہ دل کے اَحوال بتانے والی کوئی مشین ہوتی ہے جو اِنسانوں کے دِل کے اَحوال کا علم دیتی ہے، لوگ کان میں لگانے والے آلے کے ذریعے اُس مشین کے واسطے سے اپنے اَحوالِ قلب کو سنتے ہیں اور وہاں لوگوں کی بھیڑ اور ایک تانتا لگا ہوا ہوتا ہے۔

یاد رکھیے ! غیب کا علم اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، خود طوطا، مینا لے کر بیٹھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کل کیا کرے گا ؟ اور بے چارے کی قسمت کا علم اُس کو ہوتا تو اِس چالو روڈ پر بیٹھ کر یہ چالو کام کرتا ہوا نہیں ہوتا، کوئی شخص نہیں جانتا وہ کل کیا کرے گا ؟ اور نہ ایک دُوسرے کو اِس بارے میں کوئی علم ہے، اِرشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا ﴾ [۱]
''کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا۔'' نیز اِرشادِ خداوندی ہے :

﴿ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ [۲]

''اے نبی ﷺ ! آپ فرما دیجیے کہ جو لوگ آسمان و زمین میں ہیں وہ غیب کو نہیں جانتے، غیب کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔''

یہ عجیب بات ہے کہ آدمی تو خود اپنا حال نہ جانے اور غیر عاقل جانور کو پتہ چل جائے کہ اُس کی قسمت میں کیا ہے ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے کہ :

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً . [۳]

''جو شخص کسی ایسے آدمی کے پاس گیا جو غیب کی باتیں بتاتا ہو پھر اُس سے کچھ بات پوچھ لی تو اُس کی نماز چالیس دِن تک قبول نہ ہوگی۔''

اور ایک حدیث میں اِرشادِ نبوی ہے کہ :

---

[۱] سُورہ لقمان : ۳۴ [۲] سُورۃ النمل : ۶۵ [۳] مسلم شریف رقم الحدیث ۲۲۳۰

''جو کوئی کسی ایسے شخص کے پاس گیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو اور اُس کے غیب کی تصدیق کر دی تو اُس چیز سے بری ہو گیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔'' (ابوداؤد)

ماہِ صفر کی نحوست کا تصور :

بعض لوگ صفر کے مہینے کے تعلق سے یہ نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس مہینے میں مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں، اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ مختلف قسم کے توہمات وسوسوں اور غلط عقائد میں گھرے ہوئے تھے، حضور اکرم ﷺ نے صفر کے مہینے کی نحوست کا اِنکار کرتے ہوئے فرمایا وَلَا صَفَرَ تیرہ تیزی کی کوئی حقیقت نہیں۔ عرب خصوصًا صفر کے اِبتدائی تیرہ دِنوں اور عمومًا پورے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے، زمانۂ جاہلیت میں مثلاً اِس میں عقدِ نکاح، پیغامِ نکاح اور سفر کرنے کو منحوس، نامبارک اور نقصان کا باعث سمجھا جاتا تھا، حضور اکرم ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کے اِس اِعتقاد کی پُر زور تردید فرمائی کہ صفر میں نحوست کا اِعتقاد سرے سے غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ دن، مہینہ یا تاریخ منحوس نہیں ہوتے کہ فلاں مہینے میں فلاں تاریخ میں فلاں دن میں شادی کے اِنعقاد کو بابرکت تصور کیا جائے اور بعض دنوں جیسا کہ مشہور ہے کہ ''تین، تیرہ، نو، اٹھارہ'' یہ منحوس دن تصور کیے جاتے ہیں بلکہ اس تعبیر ہی کو بربادی اور تباہی کے معنی میں لیا جاتا ہے، یہ سب خرافات اور خود ساختہ اور بناوٹی باتیں ہیں، زمانے اور دنوں میں نحوست نہیں ہوتی نحوست بندوں کے اعمال واَفعال کے ساتھ وابستہ ہے، جس وقت یا دن یا لمحہ کو بندے نے اللہ کی یاد اور اُس کی عبادت میں گزارا وہ وقت تو اُس کے حق میں مبارک ہے اور جس وقت کو بدعملی، گناہوں اور اللہ عزوجل کی حکم عدولیوں میں گزار دیا تو وہ وقت اُس کے لیے منحوس ہے حقیقت میں مبارک عبادات ہیں اور منحوس معصیات ہیں، الغرض منحوس ہمارے برے اعمال اور غیر اسلامی عقائد ہیں۔

اگر کسی مسلمان کو کوئی ایسی چیز پیش آجائے جس سے خواہ مخواہ ذہن میں بدخیالی اور بدفالی کا تصور آتا ہو تو جس کام سے نکلا ہے اُس سے نہ رُکے اور یہ دُعا پڑھے : (باقی صفحہ ۶۳)

دین کے مختلف شعبے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

دین کے کام بہت ہیں اسی اعتبار سے دینی خدمت کے شعبے بھی بے شمار ہیں، ہر شعبہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے ناگزیر بھی ہے اور لائقِ توجہ بھی ہے، ضروری ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یہ سب لازمی شعبے زندہ رہیں اور ان پر محنتیں کی جاتی رہیں مثلاً چند شعبوں کے عنوانات یہ ہیں :

(۱) اصلِ دین کا تحفظ :

یہ عنوان بہت عام اور جامع ہے اس کے تحت میں وہ تمام ضروری خدمات آئیں گی جو دین کی تعلیم سے متعلق ہیں اور اس عنوان کا مرکزی محور یہ ہوگا کہ جو دین آنحضرت ﷺ دُنیا میں لے کر تشریف لائے اور جو ہم تک آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر علماء و صلحاء کے مستند واسطہ سے پہنچا اُس کو بِلا کم و کاست محفوظ رکھا جائے، یہ وہ بنیادی خدمت ہے جس کے ذریعہ یہ دین آج تک عالمِ اسباب میں محفوظ رہا ہے پھر اس خدمت کے شعبے در شعبے ہوتے چلے جائیں گے، ایک شعبہ الفاظِ قرآنی کی حفاظت کا ہوگا، ایک شعبہ تجوید اور حُسنِ صوت سے متعلق ہوگا پھر کچھ افراد معانی قرآن کے تحفظ کے لیے علم تفسیر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں گے، کچھ حضرات حدیث کے الفاظ و معانی پر محنت کرنے والے ہوں گے اور ایک جماعت تفقہ فی الدین کی خدمت سنبھالے گی اور کچھ لوگ قرآن و سنت کی فہم کے لیے عربی زبان واَدب اور نحو وصرف اور بلاغت میں مہارت پیدا کریں گے، وغیرہ وغیرہ۔

الحمد للہ چودہ سو سال سے برابر اُمت میں ایسے باتوفیق رجالِ کار ہر زمانہ میں موجود رہے جنہوں نے ان سب شعبوں میں بفضلِ خداوندی کارہائے نمایاں انجام دے کر دینِ محمدی اور شریعتِ مصطفوی کو اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی رکھا ہے اور بحمد اللہ آج بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے۔

(٢) راستہ کی رُکاوٹوں کو دُور کرنا :

دین کا ایک بہت بڑا شعبہ یہ ہے کہ اگر کسی جگہ دین پر عمل کرنے میں کوئی رُکاوٹ آرہی ہو تو ایک جماعت اُن رُکاوٹوں کو دُور کرنے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار میدان میں آجائے اور اسلام کی سربلندی کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے، اِس شعبہ کا نام ''جہاد'' ہے جس کو حضورِ اکرم ﷺ نے ''اسلام کا سب سے چوٹی کا عمل'' قرار دیا ہے ذُرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ اور اس خدمت پر قرآن وسنت میں جس قدر عظیم الشان ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں کوئی اور عمل اس کا ہم پلّہ اور شریک نہیں ہے، محض جذبات میں آکر جہاد کے متعلق وعدوں کو کسی اور عمل پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

تاہم شرعی جہاد کے کچھ شرائط وآداب ہیں اِس کا حکم کب جاری ہوتا ہے اور کہاں کس طرح کا جہاد مفید ہے ؟ اِس بارے میں معتبر علماء سے معلومات حاصل کرنی چاہئیں، یہاں تو اس طرف توجہ دلانی ہے کہ دین پر عمل میں پیش آمدہ رُکاوٹوں کو دُور کرنے پر بھی ہر زمانہ میں متواتر محنتیں ہوتی رہنا ضروری ہیں ورنہ ہم مغلوب ہوتے چلے جائیں گے اور دُشمن اس طرح حاوی ہوتا چلا جائے گا کہ ہم بعد میں ہاتھ پیر ہلانے کے قابل بھی نہ رہیں گے لہٰذا مستقل بیدار اور تیار رہنے کی ضرورت ہے، ہندوستان جیسے غیر مسلم ملک میں جمعیۃ علماء جیسی ملی تنظیموں کا مقصدِ قیام بھی یہی ہے کہ دین و مذہب پر عمل کرنے میں جو رُکاوٹیں آئیں اُنہیں دُور کیا جائے، بلا شبہ یہ بھی ایک بڑی دینی خدمت ہے تاکہ مسلمان عافیت کے ساتھ اپنے مذہبی اُمور انجام دے سکیں۔

(٣) باطل عقائد ونظریات کی تردید :

اسی طرح ایک بہت ہی ضروری شعبہ یہ ہے کہ دین کے نام پر جب دین کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی سازشیں سامنے آئیں تو ایک جماعت ان سے سینہ سپر ہو کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا کام انجام دے، بفضلہٖ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق قیامت تک ایسی مستعد جماعت اُمت میں برابر موجود رہے گی، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''میری اُمت میں

برابر ایک جماعت اَمرِ حق پر مضبوطی سے ثابت قدم رہے گی اِس کو کسی کی مخالفت نقصان نہ پہنچا سکے گی لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَوَّامَةٌ عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَالَفَھُمْ [1] اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس اُمت کے بعد میں آنے والے معتبر لوگ ہی علم کتاب و سنت کے حامل ہوں گے جو دین سے (۱) غلو پسندوں کی تحریفات (۲) باطل پسندوں کی فریب کاریوں (۳) اور جاہلوں کی فاسد تاویلات کا قلع قمع کردیں گے یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ. [2]

معلوم ہوا کہ اس طرح کے مستقل شعبہ کا وجود بھی اُمت میں لازم ہے ورنہ یہ اِمتیاز ہی نہ رہے گا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل ؟ اور طاغوتی قوتیں محنتیں کر کے اصلی دین ہی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گی، اس لیے دین کے تحفظ اور اُس کی ترقی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُن تمام باطل فتنوں سے ٹکر لی جائے جنہوں نے جاہلانہ تحریفات اور واہیات اور رکیک تاویلات کے ذریعہ گمراہی کا جال بچھا رکھا ہے، جو لوگ اس کام میں مشغول ہیں وہ بھی دین کی ایک عظیم الشان خدمت انجام دے رہے ہیں، نئے زمانہ کے ''صلح کل'' لوگ اپنی مریض ذہنیت کی بناء پر اس طرح کی محنتوں کو فضول بلکہ مضر سمجھتے ہیں مگر یہ اُن کی محض کج فہمی ہے، اگر حق و باطل کا فرق نہ رہے تو دین مسخ ہو جائے گا اور سنت و بدعت کا کچھ پتہ نہ چل سکے گا، ذرا غور فرمائیے اور تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیے !

اگر تاریخ کے ہر دور میں علماء اسلام نت نئے فتنوں کے خلاف سینہ سپر نہ ہوتے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام نہ دیتے تو کیا دین کی اصلی صورت باقی رہ جاتی ؟ ان ہی علمائے حق نے اللہ کی توفیق سے شیعیت اور رافضیت کے غرور کو خاک میں ملا دیا، انہوں نے ہی فتنۂ اعتزال کو نیست و نابود کیا ان ہی کی جرأت و استقامت نے اکبر اعظم کے ''معجون مرکب دین اِلٰہی'' کو ہمیشہ کے لیے دفن کیا، ان ہی سر بکف محبانِ رسول ﷺ نے قادیانیت کی پُر فریب سازشوں کو طشتِ اَز بام کیا اور آج تک

---

[1] فیض القدیر ۶/ ۴۸۷ [2] رواہ البیھقی فی کتابہ المدخل، مشکوۃ شریف

اس مہم میں سرگرم ہیں اور جب بدعات وخرافات نے چولی دامن کے ساتھ رضا خانیت کے نام سے جنم لیا تو یہی علماءِ حق کو حق اور بدعت کو بدعت بتانے کے لیے میدان میں آگئے اور جب حضراتِ صحابہؓ اور اکابر اَولیاء اللہ پر تنقید و تبرّا کا دروازہ کھولنے کے لیے مولانا مودودی کا قلم حرکت میں آیا تو یہی وارثینِ اَنبیاء جانثارانِ نبوت حضرات صحابہؓ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہوگئے اور آج مادّی دولت کے زعم پر کچھ شرارت پسند غیر مقلد سلفیوں نے ائمہ اَربعہؒ اور اُمت کی انتہائی محترم شخصیات کے خلاف جو زہر اَفشانی پھیلا رکھی ہے اور عوام کو سخت اِنتشار میں مبتلا کر رکھا ہے، اِنشاء اللہ یہ جماعتِ حقہ ان بدزبانوں کو بھی لگام دے کر اپنے منصبی فریضہ کو پورا کرے گی۔

الغرض دین کے نام پر جب بھی بد دینی پھیلانے کی کوشش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بد دینی کو مٹانے کے لیے ایک مستقل جماعت کھڑی کردی جس کی وجہ سے ہزار کوششوں کے باوجود باطل کو اصل دین میں خلل اَندازی کا موقع نہ مل سکا، یہ جماعت اس پُر فریب نعرے سے متاثر نہیں ہوئی جسے آج فیشن میں ''اتحادِ ملت'' کا نام دیا جاتا ہے، اتحادِ ملت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہر ناحق کو اپنے اُوپر چھوڑ دیا جائے اور اُس کی بدعقیدگی اور بدعملی پر کوئی نکیر نہ کی جائے، یہ اتحاد نہیں بلکہ مداہنت ہے، اگر واقعی اتحاد چاہیے تو وہ صرف اس طرح ہوگا کہ ہر فرقہ اور ہر جماعت قرآن وسنت کو معیارِ اتباع بنالے اور پھر آنحضرت ﷺ کی تربیتِ کاملہ سے پوری طرح فیض یاب ہونے والی عظیم ترین شخصیات جو اُمت میں نبی کے بعد سب سے افضل ہیں یعنی حضرات صحابہ کرامؓ کو ''معیارِ حق'' تسلیم کرے اور جو عقیدہ اور عمل قرآن وسنت اور حضراتِ صحابہؓ کے موافق ہو اُسے اختیار کیا جائے اور جو خلاف ہو اُسے ترک کردیا جائے، اگر یہ طریقہ اختیار کرلیا گیا تو اُمت میں تفرقہ بندی کی تمام حدیں توڑی جاسکتی ہیں، یہ تفرقے پیدا ہی اسی لیے ہوئے ہیں کہ قرآن وسنت اور صحابہؓ کا طریقہ چھوڑ کر الگ نظریات واعمال کو فروغ دے دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسی جماعت کا وجود ناگزیر ہے جو غلط عقائد ونظریات اور بدعات ختم کرنے کے لیے سرگرم عمل رہے۔

(۴) دعوت اِلی الخیر :

یہ بھی دین کا نہایت اہم شعبہ ہے، لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دینا اور دُنیا میں اچھی باتوں کو فروغ دے کر برائیوں کو مٹانا اُمت ِمحمدیہ کی اِمتیازی صفت ہے اور اُمت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے اور بالخصوص جب بگاڑ حد سے تجاوز کر جائے اور عبادات سے لے کر معاشرت تک ہر شعبہ دین سے بے بہرہ ہونے لگے تو اُمت کو تباہی سے بچانے کے لیے انفرادی اور اجتماعی ہر طرح کی کوششوں کا تسلسل زیادہ ضروری اور لازم ہوجاتا ہے۔

الحمدللہ ہر زمانہ میں دین کا یہ شعبہ زندہ اور متحرک رہا ہے، علماء نے وعظ و نصیحت کے ذریعہ اور صوفیاء نے بیعت و اِرشاد کے ذریعہ برابر دین کی آبیاری کی اور لاکھوں لاکھ لوگ اُن کی محنتوں کی بدولت راہِ حق پر گامزن ہوگئے اور اَخیر زمانہ میں ''دعوت اِلی الخیر'' کا یہ مہتم بالشان کام حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بے پایاں خلوص کے ساتھ ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے سامنے آیا جو دیکھتے ہی دیکھتے دہلی اور میوات سے نکل کر عالم کے چپہ چپہ پر پھیل گئی اور جگہ جگہ دین کے عنوان پر حرکت میں برکت کے مناظر سامنے آنے لگے۔

اس تحریک کی عمومیت نے رنگ و نسل اور علاقہ و زبان اور امیر و غریب کا فرق مٹادیا اور اُمت کا ہر طبقہ ''دعوت اِلی الخیر'' سیکھنے اور سکھانے کے لیے ایک ہی نظام سے مربوط ہوگیا، اس تحریک کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ دین زندگی کے ہر گوشہ میں سما جائے، عبادات بھی شریعت کے مطابق ہوں اور معاشرت اور معاملات بھی اسلامی رنگ میں رنگین ہوجائیں اور غیر اسلامی عقائد و اعمال سے مسلم معاشرہ پاک ہوجائے، اس جماعت ِتبلیغ کی نماز اور روزہ پر محنت صرف اس لیے نہیں ہے کہ دین کو بس عبادات کے دائرہ میں محدود کردیا جائے بلکہ دین پوری زندگی میں آنا چاہیے اور اس کے لیے جہاں اچھائیوں کو پھیلانے کی ضرورت ہوگی وہیں برائیوں پر حکمت عملی سے نکیر کرنے کی بھی ضرورت ہوگی اس لیے کہ جس طرح کھیتی اُس وقت تک برگ و بار نہیں لاسکتی جب تک کہ اُس کے جھاڑ جھنکار کی صفائی

نہ کی جائے، اسی طرح اسلامی معاشرہ کا تصور بھی اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ گناہوں اور نافرمانیوں کو جڑ سے نہ اُکھیڑ دیا جائے، جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ''جماعت'' کا کام تو بس نماز کی دعوت دینا ہے اور برائیاں کتنی ہی آنکھوں کے سامنے گھر میں یا باہر ہوتی رہیں اُن پر نکیر کرنا ہمارا کام نہیں، یہ بڑی بھول ہے۔

قرآنِ کریم نے دعوت کی تفسیر میں دونوں ذمہ داریوں کو بتایا ہے : (۱) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اچھی باتوں کی تلقین (۲) نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ بری باتوں پر تنبیہ۔ ان ہی دونوں ذمہ داریوں کو اَدا کر کے دعوت کا مفہوم پورا ہوتا ہے، یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم اچھائیوں کی دعوت میں سب کچھ کھپا دیں اور جب برائیوں پر متنبہ کرنے کا وقت آئے تو دامن بچا کر لے جائیں کہ کہیں کوئی ناراض یا دَرپے آزار نہ ہوجائے، بہر کیف اُمت میں ایسے افراد کا موجود رہنا ضروری ہے جو دُنیا میں خیر کو پھیلاتے رہیں اور منکرات پر قوت کے ساتھ نکیر کرتے رہیں، یہ دین کا نہایت مفید اور وسیع ترین شعبہ ہے۔

دین کے تمام شعبوں کا مرکز :

دین کے ان تمام شعبوں کا مرکز دورِ نبوت میں آنحضرت ﷺ کی مسجد مبارکہ تھی، وہیں تعلیم کے حلقے لگتے تھے، وہیں تربیت اور تزکیہ کا کام ہوتا تھا، وہیں سے مجاہدین کے لشکر منظم کر کے بھیجے جاتے تھے اور وہیں سے تبلیغی وفود رَوانہ ہوتے تھے، پھر کام کرنے والے بھی ایسے تھے جو بیک وقت معلّم بھی تھے مجاہد بھی تھے اور مبلغ بھی تھے، الغرض ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق دین کی ہر خدمت انجام دینے کو تیار رہتا تھا، دورِ صحابہؓ و تابعینؒ میں بھی یہی منظر دیکھنے کو ملتا رہا، بڑے بڑے اکابر محدثین اور علماء حصولِ ثواب کے لیے مسندِ درس کو چھوڑ کر تلوار اُٹھاتے اور دُشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں اپنی دلیری اور بہادری کے جوہر دکھاتے تھے، اُس وقت چونکہ خلوص عام تھا اس لیے یہ بات نہ تھی کہ یہ کام ہمارا ہے اور وہ کام اُن کا ہے، اس کام کے تو ہم ہی ٹھیکیدار ہیں اس میں دُوسرے کو شامل ہونے کی اجازت نہیں بلکہ دین کے ہر کام کو ہر شخص اپنا ہی کام سمجھتا تھا اور ایک دُوسرے کے تعاون کی اِمکانی کوشش کی جاتی تھی

جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دین کا ہر شعبہ پوری قوت سے زندہ اور متحرک تھا اس لیے کہ ہر چہار جانب سے مسلم معاشرہ میں اُس کی تقویت اور پشت پناہی میسر آتی تھی۔

موجودہ دور کا اَلمیہ :

مگر آج نفسانیت اور جہالت نے یہ دن دکھائے ہیں کہ دین کے شعبے الگ الگ طبقات میں بٹ کر رہ گئے ہیں، ہر شعبہ سے وابستہ شخص نہ صرف یہ کہ دُوسرے سے وابستہ نہیں ہونا چاہتا بلکہ اپنے شعبہ سے تعلق کے زعم میں دُوسرے شعبوں کی تحقیر اور اُس پر لعن طعن پر آمادہ ہوجاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دین تو بس وہی ہے جس کو اُس نے دین سمجھ رکھا ہے اور بقیہ ساری محنتیں جو دین کے نام پر کی جارہی ہیں وہ سب فضول ہیں۔

ایک طرف بعض اہلِ مدارس دعوت کی محنت کو خاطر میں نہیں لاتے یا ردِّ فرقِ باطلہ میں اپنی ذمہ داری نہیں نبھاتے اور اُن کے اِردگرد مسلم آبادیوں میں بدعقیدگی اور بدعملی کا طوفان رواں دواں رہتا ہے اور اُنہیں کچھ بھی احساس نہیں، دُوسری طرف دعوت کے کام میں لگے ہوئے بہت سے پُر جوش لوگ اِتنا حد سے تجاوز کرتے ہیں کہ اپنی خصوصی اور عمومی مجلسوں میں اہلِ مدارس اور علماءِ ربانیین کے خلاف بدکلامی اور بدزبانی پر اُتر آتے ہیں اور غیبت و بہتان جیسے بدترین گناہوں میں مبتلا ہوکر اپنے لیے خطرناک قسم کی محرومی مول لیتے ہیں، کسی کو تو اَلعیاذ باللہ اتنا جوش آتا ہے کہ چند چلّے لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑا دُنیا میں کوئی دیندار ہی نہیں ہے اور اس عجب و تکبر کے نتیجہ میں بڑے بڑے علماء کو خاطر میں نہیں لاتا اور دین کے تحفظ کے لیے یا قادیانیت وغیرہ فرقِ باطلہ کی تردید کے لیے اگر کوئی تحریک چلتی ہے تو اُس کا ساتھ دینے میں اس طرح اعراض کیا جاتا ہے گویا وہ دین کا کام ہی نہ ہو۔

ہمیں معلوم ہے یہ حرکتیں جماعتِ تبلیغ کے لازمی اُصولوں کے خلاف ہیں، اِس جماعت کے بنیادی چھ نمبروں میں ''اکرامِ مسلم'' ایک اہم نمبر ہے جسکا سب سے اَوّلین تقاضا عالمِ دین کا اِحترام ہے ان ناواقف پُر جوش لوگوں کی وجہ سے جماعت بدنام ہورہی ہے اور اس کی آفاقیت میں کمی آنے اور

رفتہ رفتہ اس کے سمٹ جانے کا خطرہ پیدا ہونے لگا ہے، ہماری یہ مخلصانہ دُعا اور دلی خواہش ہے کہ دعوت و تبلیغ کی یہ مبارک جماعت اپنے بانی مبانی کے اُصولوں پر قائم رہ کر پورے عالم میں پھلے اور پھولے اور اس کے ذریعہ دُنیا کے چپہ چپہ میں ہدایت کے برگ و بار آئیں اور رُوحانیت اور وحدانیت کے نور سے پوری دُنیا منور ہو جائے مگر ہمیں اس کا بھی احساس ہے کہ کچھ خود غرض مفاد پرست لوگ اس جماعت میں در آئے ہیں جو اپنے انفرادی عمل سے جماعت کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اور بہت سی جگہ اس نے بڑے فتنے کا رُوپ اپنا لیا ہے، قبل اس کے کہ بات اور آگے بڑھے ایسے بدزبانوں اور ناعاقبت اَندیشوں کو لگام دینے کی ضرورت ہے۔

جماعت کے ہر فرد کو دین کے دُوسرے خدامِ دین کا بھی اُتنا ہی اِحترام کرنا چاہیے جتنا اپنی جماعت میں لگے ہوئے فرد کا کیا جاتا ہے اور محض اس وجہ سے اُن سے ناگواری نہ ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے مقررہ اُصول کے مطابق کام نہیں کر رہے ہیں۔

دین کی خدمت کا میدان بہت وسیع ہے، دُوسرے پر تبرّا بازی کے بغیر بھی دین کی خدمت ہوسکتی ہے پھر اس ''نیکی برباد گناہ لازم'' میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے ؟ اگر کسی کو اپنے شعبہ کے علاوہ کسی دُوسرے دینی شعبہ میں کام کرنے کا موقع نہیں ہے تو کم اَز کم اس کی بیخ کنی اور مخالفت تو نہ کرے، یہ بھی ایک طرح کا تعاون کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر فرد کو اپنا محاسبہ کرنے اور ہر معاملے میں راہِ اعتدال پر اِستقامت کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سے دین کے جس شعبہ کی خدمت میں جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں اُنہیں معاف فرمائے اور اُن سے پوری طرح محفوظ رہنے کی سعادت سے نوازے، آمین۔

سلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی
تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد
بمقام
مسلم کالونی چناب نگر
ختمِ نبوۃ کانفرنس
ان شاء اللہ
36 ویں
دو روزہ
سالانہ
عظیم الشان
19 20 اکتوبر 2017 بروز جمعرات جمعۃ المبارک
عنوانات
توحیدِ باری تعالیٰ
سیرتِ خاتم الانبیاء
عقیدہ ختمِ نبوۃ
حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام
عظمتِ صحابہ و اہلِ بیت
اتحادِ امت
پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفظ
اور ظہورِ مہدی
جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام مشائخ قائدین دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے
اہلِ اسلام سے شرکت کی درخواست ہے
مولانا عبدالرزاق اسکندر
صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد
مولانا محمد ناصر الدین خان
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت
چناب نگر ضلع چنیوٹ
0300-4304277
0300-6347103
0321-4220552

نئے اِسلامی سال کا پیغام

﴿ مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، اِنڈیا ﴾

جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا نئے ہجری سال کا سورج طلوع ہو چکا ہوگا اور عیسوی سال کا آغاز بھی ہونے والا ہوگا،لوگ ایک دُوسرے کو سالِ نو کی مبارک باد اور اپنی نیک خواہشات کا اِظہار مختلف انداز سے کریں گے،سکولوں اور کالجوں میں خوشیاں منائی جائیں گی،طرح طرح کے پروگراموں سے محفل آراستہ کی جائیں گی،صوبائی حکومتیں اور مرکزی سرکار بیتے ہوئے سال کی حصول یابیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں گے اور نئے سال کے لیے نہ جانے کتنے وعدوں سے اَخبارات کے صفحات سیاہ کیے جائیں گے۔گزشتہ سال بھی یہی سب کچھ ہوا تھا اور اِس سے پہلے بھی یہی ہوتا چلا آیا ہے،آغازِ سال میں عزائم بلند ہوتے ہیں،منصوبوں اور پروگراموں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے، ہر اِنسان اپنی لائن کے اِعتبار سے ذہن میں ایک خاکہ مرتب کرتا ہے لیکن وقت اِتنی تیزی کے ساتھ گزرتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے سال بیت جاتا ہے،منصوبے پروگرام اور عزائم دَھرے کے دَھرے رہ جاتے ہیں۔درحقیقت ہم نے اپنا سمتِ سفر متعین نہیں کر رکھا ہے،ہم نئے سال کی خوشیوں میں غرق ہو کر یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری چھٹی ختم ہو رہی ہے اور دُنیا سے جدائی کا وقت قریب آتا چلا آرہا ہے، ہمارا اَصل مسکن تو آخرت ہے،اِس دُنیا میں تو ہم چھٹیاں گزارنے آئے ہیں، جوں جوں وقت گزرتا رہے گا چھٹیاں ختم ہوتی رہیں گی،کس کو معلوم ہے کہ آئندہ سال کے لمحات اُسے نصیب ہوتے ہیں یا نہیں ؟

دُنیا کی حقیقت :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ: کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَؓ یَقُوْلُ:اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا

تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. ۱

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے مونڈھے پکڑ کر اِرشاد فرمایا ''دُنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو'' اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ''جب شام ہو جائے تو صبح کا اِنتظار مت کرو اور صبح ہو جائے تو شام کا اِنتظار مت کرو اور صحت وتندرستی کے اَیام میں اعمالِ خیر کرنے کو غنیمت جانو قبل اِس کے کہ بیماری حائل ہو جائے اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کی قدر کرو قبل اِس کے کہ موت آجائے۔''

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایمان والے کے لیے دُنیا کو اپنا وطن اصلی، مسکن اور مستقر سمجھنا مناسب نہیں ہے بلکہ وہ یہاں ایک ایسے مسافر کی طرح زندگی گزارے جو ہمہ وقت سفر کے لیے تیار رہے۔ باری تعالیٰ کا اِرشادِ گرامی ہے :

﴿ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴾ ۲

''یہ جو زندگی ہے دُنیا کی سو کچھ برت لینا ہے اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر رہنے کا گھر۔''

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اِرشاد فرماتے ہیں :

اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ قَالَ فِيْ ظِلِّ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. ۳

''میری اور دُنیا کی مثال اُس سوار کی طرح ہے جس نے کچھ دیر کسی درخت کے سایہ میں آرام کیا اور پھر اُس جگہ کو چھوڑ کر چل دیا۔''

اجنبی آدمی کا بھی یہی حال ہوتا ہے، انسان جب پردیس میں جاتا ہے تو وطن کی محبت اُسے بہت ستاتی ہے وہ دُنیا کے کام تو کرتا ہے لیکن دل میں وطن کی باتیں ہی گردش کرتی رہتی ہیں، اِسی طرح

۱ بخاری شریف رقم الحدیث ۶۴۱۶ ۲ سورہ غافر : ۳۹ ۳ ترمذی شریف رقم الحدیث ۲۳۷۷

ایک ایمان والے کو دُنیا کی ٹیپ ٹاپ اور نیرنگیوں میں مشغول ہو کر اپنے اصلی مستقر اور وطن کو نہ بھولنا چاہیے بلکہ اُس کی یاد سے ہمیشہ اپنے دل کو معمور رکھنا چاہیے۔

منزل کیا ہے ؟

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری اصل منزل موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی ہے، ہم سب اُسی منزل تک پہنچنے کے لیے رختِ سفر باندھے ہوئے ہیں، ہماری مثال بالکل اُن مسافروں کی طرح ہے جو جہاز کے اِنتظار میں ائیر پورٹ کے چائے خانوں میں بیٹھے ہوئے مختلف طرح کے مشروبات وماکولات سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں کہ یکا یک اعلان ہوتا ہے کہ: ''دُبئ جانے والا جہاز پرواز کے لیے تیار ہے جن لوگوں کو دُبئ جانا ہے وہ فوراً جہاز کا رُخ کریں'' دُبئ جانے والے مسافر اِعلان سُنتے ہی کھانا پینا چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے ہاتھ میں سامان لے کر فوراً جہاز کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں پھر اعلان ہوتا ہے ''ملیشیا جانے والے مسافرین متوجہ ہوں'' کوالالمپور جانے والا جہاز اُڑان بھرنے کے لیے تیار ہے آپ لوگ فلاں گیٹ سے جہاز میں داخل ہو جائیں، اعلان سُنتے ہی ملیشیا جانے والے لوگ بھی کرسیاں چھوڑ دیتے ہیں اور سامان لے کر جہاز کا رُخ کرتے ہیں، اِسی طرح چوبیس گھنٹہ وقفہ وقفہ سے مختلف سمت میں جانے والے جہازوں کی پرواز کا اعلان ہوتا رہتا ہے اور مسافر سوار ہو کر اپنی منزل کا رُخ کرتے ہیں۔

بالکل یہی حال ہمارا ہے ہم دُنیا میں کھا بھی رہے ہیں پی بھی رہے ہیں خوشیاں بھی منا رہے ہیں اور نہ جانے کیا کیا کر رہے ہیں ؟ لیکن جب ہماری باری آئے گی اور فرشتہ پروانۂ اَجل لے کر آئے گا تو ہمیں دُنیا کے اِن تمام جھمیلوں کو خیر باد کہہ کر اُس آخری سفر پر روانہ ہونا پڑے گا یہ سفر زندگی کے کس لمحہ میں اور کس موڑ پر پیش آجائے کسی کو نہیں معلوم، اگر ہمارا سامانِ سفر تیار ہے جیسا کہ ائیر پورٹ پر بیٹھنے والے مسافرین کا ہوتا ہے تو یہ زادِ آخرت میں ہمارے کام آئے گا ورنہ تو خالی ہاتھ اور بغیر تیاری کے منزل پر پہنچنا ہوگا اور یہی چیز باعثِ رُسوائی اور عار بن جائے گی۔ اِس موقع پر شیخ محمود وراق کا یہ شعر ذکر کرنا موزوں معلوم ہوتا ہے :

لَا تُرْجِ فِعْلَ الْخَیْرِ یَوْمًا اِلٰی غَدٍ
لَعَلَّ غَدًا یَأْتِیْ وَاَنْتَ فَقِیْدٗ

'' نیک کام کو کل پر مت ٹال، ہوسکتا ہے کل تو آئے لیکن تو مرحوم ہو چکا ہو ''

اِنسان ہنستا کھیلتا اپنے گھر سے نکلتا ہے، ذہن و دماغ میں دُور دُور تک موت کا تصور بھی نہیں ہوتا لیکن ناگہانی طور پر کسی ایسے حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے اپنے آخری سفر کے لیے روانہ ہونا پڑتا ہے۔

ذرا سوچیے تو سہی ! کیا ہم نے اِس سفر کی ضروری تیاریاں کر رکھی ہیں اور وہاں کی سُرخ رُوئی یا شادکامی کے بارے میں اپنے اعمال کو دیکھتے ہوئے ہمیں اعتماد ہے ؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ نئے سال کی خوشیوں میں ڈوب کر اور دُنیا کی رعنائیوں میں گم ہو کر ہم موت ہی کو بھول گئے ہوں، خدا کرے ایسا نہ ہو، لیکن اگر ایسا ہو رہا ہے تو خدارا غفلت کے اِس دَبیز پردے کو جلد اَز جلد اپنے دماغ سے اُتار دیجیے اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اَعمال کا محاسبہ کیجیے۔

ہماری مصروفیات کیا ہیں ؟

ہم میں سے کتنے نوجوان اور عمر رسیدہ لوگ صبح سے شام تک ایسے لایعنی مشاغل میں گرفتار رہتے ہیں جن کا دینی فائدہ تو دَرکنار کوئی دُنیوی نفع بھی نہیں ہوتا، کوئی مخربِ اَخلاق فلموں کو دیکھنے میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے، کوئی حیاء سوز ناول اور جھوٹے قصّے کہانی کی کتابوں میں مست ہو کر اپنی توانیاں صرف کر رہا ہے، کسی نے ہوٹل پر تبصرے بازی کی مجلس آراستہ کر رکھی ہے، کوئی چوراہے پر دوستوں کی ٹولی بنائے کھڑا ہے، کوئی ٹی وی سکرین کے سامنے کھیل کے میدان پر نظریں جمائے ہوئے گھنٹوں گھنٹوں کے لیے بیٹھا ہے، کوئی ریڈیو کان میں لگا کر پل پل کی خبریں لے رہا ہے اور کوئی اپنے موبائل فون ہی پر لطف اندوز ہو رہا ہے، بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو موبائل پر وقت ضائع نہ کرنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں لیکن جب کھلونا ہاتھ میں آتا ہے تو سارے عزائم نسیاً منسیا ہو کر رہ جاتے ہیں۔
غرض اِس طرح کے نہ جانے کتنے مشاغل ہیں جو وقت جیسی متاعِ گراں مایہ کا بے دریغ اِستحصال کر رہے

ہیں، ہمیں اِس طرح کے لغویات میں مشغول ہوتے وقت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمانِ مبارک ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ

''انسان کے قدم قیامت کے دن اُس وقت تک حساب کی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے جب تک اُسکی عمر کے بارے میں اُس سے یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ یہ قیمتی لمحات کہاں گزارے ؟ '' ١

اِنسان دُنیا کی جن لذتوں کی خاطر اپنی زندگی کے بیش قیمتی لمحات کو وقف کیے ہوئے ہے وہ لذتیں سراب کی مانند ہیں جو دُور سے صاف شفاف چمکدار پانی کی طرح محسوس ہوتی ہیں اور قریب جاؤ تو ریت کا ڈھیر دکھائی دیں گی اور وہ موت جو اِنسان کے سب سے زیادہ قریب ہے اُس کو سب سے دُور سمجھا جانے لگا ہے۔ ذرائع اَبلاغ کے ذریعہ روزانہ سینکڑوں لوگوں کی موت کی خبریں ہم تک پہنچتی ہیں اور کتنے لوگوں کے جنازہ کی نماز بھی ہم پڑھتے ہیں لیکن اپنے بارے میں ایسا اطمینان ہے گویا کہ ہمارے لیے موت کا فیصلہ ہی نہیں کیا گیا۔

نئے سال کے آغاز پر ہمیں اِس پہلو سے بھی سوچنا ہے اور غفلت و بے اِلتفاتی کے اِس ماحول کو چھوڑ کر اپنا سمتِ سفر متعین کر کے زادِ راہ کا اِنتظام کرنا ہے۔

۞ ۞ ۞

بقیہ : بدشگونی اور اِسلامی نقطۂ نظر

اَللّٰھُمَّ لَا یَأْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْ فَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ . ٢

''اے اللہ ! اچھائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور بری چیزوں کو تیرے سوا کوئی دُور نہیں کرتا اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔''

١ ترمذی شریف رقم الحدیث ٢٤١٩ ٢ ابوداؤد شریف رقم الحدیث ٣٩١٩

اخبار الجامعہ

۲۹ر اگست کو سابق وزیرِ اعظم میاں محمد نواز شریف صاحب کے داماد (ر) کرنل محمد صفدر صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔

جامعہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب اور مولانا اظہار الحق صاحب مدظلہم فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے، والحمد للہ۔

وفیات

۵ر ستمبر کو بانیٔ جامعہ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مرید جناب ہاشم ڈوگر صاحب مختصر علالت کے بعد قصور میں وفات پا گئے۔

۷ر ستمبر کو محترم الحاج ملک سعید صاحب کی خوشدامن صاحبہ سرگودھا میں وفات پا گئیں۔

۱۷ر ستمبر کو جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی رہنما الحاج سیّد خورشید احمد صاحب گردیزی ملتان میں وفات پا گئے۔

۲۴ر ستمبر کو جناب راؤ تاج محمد صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے راؤ محمد عمر صاحب طویل علالت کے بعد پھول نگر میں وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزواَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35399051 - 42 - 92+ 35399052 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوارِ مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
KEA
GL # 2447
TAAP
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH 2017
عمرہ پیکج
1438
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957